افکارِ غیب
مجموعۂ کلام حضرت خواجہ محبوب اللہ خلق
مرتب
سید محمد صدیق حسینی القادری عارف

۳۵۱

حضرت محبوب اللہؒ کی شاعری

از

حضرت مولانا شاہ سید محمد صدیق صاحب محمودی رحؒ

مطبوعہ اعظم اسٹیم پریس

فہرست کلام حضرت خواجہ محبوب اللہ قدس سرہ

۴۴	عالم ہے تیرے ہاتھ ذلیل وخراب کیا	۴۴
۴۵	دل ان کے پاس ہے وہ میرے دِل میں ہے	۴۵
۴۶	بے یا بہ اہل بزم کو ہے اضطراب کیا	۴۶
۴۷	بحرِ غم سے نہ مجھکو پار کیا	۴۷
۴۸	کبھی عارض کو چمکایا بنایا	۴۸
۴۹	زُلف وروئے یار کا سودا ہوا	۴۹
۵۰	مبتلا اس کا نہ میں تنہا ہوا۔	۵۰

۷۲	اِن بتوں کے دِل بے رحم ہیں روڑے پتھر	۷۳
۷۳	میل دِل ہے وہ صاف طلعت پر	۷۵
۷۴	عجیب وہ رنگ لائے پان کھا کر	۷۶
۷۵	ہو گیا ہوں مبتلا مژگاں و قدِ یار پر	۷۶/۱
۷۶	پرتو فگن ہوا نہ وہ نورِ خدا ہنوز	۷۷
۷۷	جلوہ فرما در دِل و جانی ہنوز	۷۸

نمبر	مصرع	صفحہ
۱۴۶	غم تنہائی میں گر جان نکل جاتی ہے۔	۱۵۴
۱۴۷	اُس بُت کا نہیں حسن و تجلّا مرے آگے	۱۵۵
۱۴۸	ساتھی کوئی سفر میں نہ توشہ کمر میں ہے	۱۵۶
۱۴۹	یارب مجھ کو بھول جاتا ہے	۱۵۶ ۱۵۶/۱
۱۵۰	دم نکلتا ہے کسی گھر کے لئے	۱۵۷
۱۵۱	نہیں کچھ رنج و غم اسکا اگر جان حزیں نکلے	۱۵۸
۱۵۲	جہاں میں سب سے بڑھکر شان ختم المرسلیں نکلی	۱۶۰
۱۵۳	کوئی اُلفت کی اگر بات نکل آتی ہے	۱۶۱
۱۵۴	فتنۂ حشر را بپا کردی	۱۶۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ حبیبہٖ ومحبوبہٖ

کس منہ سے وصف کیجئے پروردگار کا
خالق ہے مہر و ماہ کا لیل و نہار کا

روزی رساں ہے وہ تو ہر اک مور و مار کا
مالک ہے عرش و فرش کا اور نور و نار کا

ستار ہے عیوبِ خلائق کا بس وہی
غفار ہے ذنوبِ صغار و کبار کا

اس باغِ کائنات میں بھی فکر ہے ضرور
پابند کر دیا ہے ہر اک گل کو خار کا

مخلوق تو سب اسکی ہے لیکن بغور دیکھ
انسان کو دیا ہے علمِ افتخار کا

کیا نعمتیں ہوں ہم سے ادا اس کے لطف کی
جامہ ہر اک درخت کو ہے برگ و بار کا

فضل و کرم سے اپنے خدایا تو کر روا
مطلب جو ہے ہمارے دلِ بیقرار کا

کچھ خوف مجھ کو گرمیِ عرصات کا نہیں
سایہ ہے سر پہ شافعِ روزِ شمار کا

اے خلق کیوں نہ آفتِ دارین سب ہوں دور
فدوی ہوں میں، غلام ہوں میں چار یار کا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کون اے غیرت یوسف نہیں خواہاں تیرا
کس کو سودا نہیں رشک مہ کنعاں تیرا

ملک و جن و بشر ارض و سما شمس و قمر
کون ہے وہ جو نہیں تابع فرماں تیرا

انبیا دیکھ کے حیراں رہیں حشر میں سب
اللہ اللہ وہ اقبال وہ ساماں تیرا

فخر کس طور نہ کیجے کہ یہ ہے فخر اپنا
اُمتی میں بھی ہوں پیغمبر ذی شاں تیرا

ہے مرا سینہ گل خوردہ مدینہ کا چمن
تجھ کو گلزار مبارک رہے رضواں تیرا

ہے یہ ظاہر خبر اَدَّبَنِی رَبِّی سے
کہ سنوارا ہے تجھے خالق یزداں تیرا

کلمہ پڑھتا ہے ترے نام کا ہر سنگ و شجر
ہے کلام لب معجز گہر افشاں تیرا

راست قامت پہ ترے خلعت یکتائی ہے
مجھ کو تو ہیں احدیت ہے گریباں تیرا

ہے یقیں فَاتَّبِعُونِی ترے دعوے کی دلیل
دوست حق کا ہے جو ہے تابع فرماں تیرا

چھوٹا منہ اور بڑی بات ہے یہ تو اے خلق
کہہ سکے نعت پیمبر نہیں امکاں تیرا

●

روئے روشن رسولِؐ اُمّی کا ۔۔۔ آئینہ ہے ظہورِ ہستی کا

بس وہ بوٹا سا قد سنہرہ رنگ ۔۔۔ کام کیا کیمیا کی بوٹی کا

اللہ اللہ تم نے پایا ہے ۔۔۔ بندگی میں مزہ خدائی کا

دفترِ چرخ پائمال ہوا ۔۔۔ ہے وہ رتبہ رسولِ اُمّی کا

کیدِ کفّار کیا چلے اُن پر ۔۔۔ وہ تو جالا ہے ایک مکڑی کا

رہ گیا چاند چاٹ کر جبیں ۔۔۔ خوان تم کو ملا ہے خوبی کا

فردِ باطل ہیں سب حسیں جس سے ۔۔۔ ہے وہ چہرہ رسولِؐ اُمّی کا

کیا یہ دِل بھی پہاڑ ہے اپنا ۔۔۔ طالب اُن کی ہوا تجلّی کا

ہیں بجے سب ترِی ہتیلی کے ۔۔۔ مہ اِشارہ نہ سمجھے اُنگلی کا

سر پہ اپنے اُٹھائی عرش نے بھی ۔۔۔ ہے وہ رتبہ تمہاری جوتی کا

سب فرشتوں نے ہے جو چھت باندھی ۔۔۔ ذکر کِس مہ کی ہے ترقّی کا

ہے مِرا بال بال دستِ قلم ۔۔۔ اُمّتی ہوں رسولؐ اُمّی کا

انکے شیریں کلام کو سُن کر ۔۔۔ سب زبانوں سے دِل ہوا بھی کا

چل سکے ہم سے کوئی کیا طاقت ۔۔۔ سَر پہ سایہ ہے تیری جوتی کا

رہ گئے دیکھتے ہی دیکھتے سب ۔۔۔ میں بنا آئینہ تجلّی کا

اپنی نادانیوں پہ روتا ہوں ۔۔۔ آنسوؤں میں مزا ہے گھٹّی کا

ہوگئی مجھ کو زِندگی بھاری ۔۔۔ بار ہے یہ گنہ کی گٹھڑی کا

خلق لغزش میں ہے مرے مولا
تھامئے ہاتھ اپنے فِدوی کا

معراج کو آپ نے جانا کیا ۔۔۔ یہ جانا کیا ہے اور آنا کیا
اس گُل کا وصف سُنانا کیا ۔۔۔ قدرت کا رنگ جمانا کیا
جو آپ سے باہر ہوا ہے دل ۔۔۔ بتلائے وہ اپنا ٹھکانا کیا
ہیں شافعِ حشر رسولِ خدا ۔۔۔ پھر عاصیو حشر مچانا کیا
آنکھوں میں نہیں پھرتا کوئی ۔۔۔ خالی ہے تجھ سے زمانہ کیا
بس گرمیِ عشقِ رسولِ خدا ۔۔۔ دوزخ سے ہم کو ڈرانا کیا
ہیں سر سے وہ پاؤں تلک اعجاز ۔۔۔ دیکھا نہیں اور دکھانا کیا
محبوب خدا سے پھیر کے مُنہ ۔۔۔ اللہ کو شکل دِکھانا کیا
اے جانِ جہاں ایمانِ جہاں ۔۔۔ گر آپ نہو تو ٹھکانہ کیا
پایا ہے تجھ سا بندہ نواز ۔۔۔ اب دولت کیا ہے خزانہ کیا
جو شافعِ حشر کا مُنکر ہو ۔۔۔ پھر حشر میں اس کا ٹھکانہ کیا
دوزخ میں وہ کھیلے ہے دھمال ۔۔۔ تو اس کے فقیر کو جانا کیا
ہل جانا بس لب رنگیں کا ۔۔۔ بخشش کا رنگ جمانا کیا
ہے بات بڑی اور مُنہ چھوٹا ۔۔۔ محبوبِ خدا کو سرانا کیا

ہیں خلق [illegible] اُن زلفوں کے اسیر
اُلجھے [illegible] سے زمانہ کیا

عاصیوں کو رحمتِ حق کی نظر سے دیکھنا
حوضِ کوثر کو ہماری چشمِ تر سے دیکھنا

مہبطِ انوار ہے وہ شہرِ محبوبِ خُدا
اِس زمیں کو عینکِ شمس و قمر سے دیکھنا

جلوۂ حق ہے عیاں شانِ رسول اللہ سے
شان یہ تفسیرِ مَا ھٰذا بشر سے دیکھنا

رُطب یابس سے جہاں کے ہوگا جی اس کا اُچاٹ
جو مزا پایا رُطب سے یا تمر سے دیکھنا

اِن کے قدموں پر شفاعت خواہ رکھ دینگے جو سر
بارِ عصیاں سب اُتر جائیگا سر سے دیکھنا

خلق مرمر کی صفائی پر پھسلتی ہے نظر
واں ملک جاروب کش ہیں بال و پر سے دیکھنا

خلق ہے بیجا دعویٰ تیرا — نعت جو لکھے منہ کیا تیرا

جب سے دیکھا جلوہ تیرا — دِل ہے محو تماشا تیرا

اللہ رے قسمت کی رسائی — دامن ہاتھ جو آیا تیرا

بھولا بھٹکا پھرا جہاں میں — جسے نہ سوجھا رستہ تیرا

باتوں پر ہیں حکیم عاشق — دم بھرتے ہیں مسیحا تیرا

قدرت نے سب کچھ دکھلایا — اہل نظر کو تماشا تیرا

دیکھی ہم نے بہار جنت
دیکھا گنبد خضرا تیرا

گواہِ تیرہ بختی ہو گیا ہر خط و خال اپنا
وبالِ جاں وہ دیں اے خلق ہے ہر ایک بال اپنا

ترا فضل و کرم درکار ہے اے رحمتِ عالم
تری بے دستگیری یاد اترنا ہے محال اپنا

لوائے حمد کے نیچے کھڑا ہوں یا رسول اللہ
رہا نعتِ مبارک ہی میں ہر دم اشتغال اپنا

عنایت مجھ کو جام شربت دیدار ہو اُس دم
دکھا دو نزع میں مجھ کو جمالِ باکمال اپنا

رسول اللہ کے عشق و محبت میں رہوں ہر دم
الٰہی رد نہ ہو درگاہ سے تیری سوال اپنا

کٹی بے یادِ حق افسوس ساری زندگی اے حقؔ
گزارا میں نے غفلت ہی میں ہر اک ماہ و سال اپنا

●

وہ ظلِ عنایت سُہانا کسی کا
وہ سایہ فگن سر پہ جھنڈا کسی کا

وہ حمد و ثنا زیرِ عرشِ الٰہی
وہ سر اپنا سجدہ میں رکھنا کسی کا

وہ تاجِ کرامت وہ حُلّہ بہشتی
وہ گیسو وہ رُخسارِ زیبا کسی کا

خدا کی وہ کرسی پہ جلوہ نمائی
وہ منبر کسی کا وہ پایا کسی کا

وہ تاروں سے جام اور وہ موتی سا پانی
چھلکتا وہ حَوض مُصفا کسی کا

وہ ہولِ قیامت جہاں کام آئے
کسی کا نہ باپ اور بیٹا کسی کا

چھڑا کر سب آفت سے ہم عاصیوں کو
وہ جنت میں ساتھ اپنے لانا کسی کا

وہ ہے خلق ساری خدائی کا مالک
رسولؐ اور محبوب پیارا کسی کا

●

اے جز تو وسیلہ نیست ما را — بنگر بر حالِ من خدا را
قدموں کے سوا نہیں سہارا — شاہا نظرے کنی گدا را
صناعِ ازل کی صنعتیں سب — از ذاتِ تو ہست آشکارا
بیمار عشق آپ کا ہوں — صورت بنما کہ نیست یارا
منظور اگر وصال حق ہو — گلزار خیال مصطفیٰ را
دل میں نہیں آپ کے کوئی غیر — بگذاشتہ ایم ماسوا را
ٹکڑے کرتے ہیں جیب و دامن — کارے فرما گل و صبا را
چہرے سے نقاب کو اٹھا دو — بکشا تفسیر والضحیٰ را
بات آے اگر بصد عقیدت — سجدہ بکنیم نقشِ پا را
چھپ جائیں گناہ عاصیوں کے — کوتاہ مکن بمار دا را
نظارہ طور کے ہیں مشتاق — بینیم آن چشم سرمہ را
خوشبو کیجیے دماغ جاں کو — زلفِ مشکین خود بیارا
بینیم ہمیشہ روضت را — ہوتا رہے خلد کا نظارا

ہے خلق امیدوار شاہا
محروم کنی نہ ایں گدا را

تمہیں یا مصطفیٰ دیکھا خدا کو برملا دیکھا
خدا کو برملا دیکھا تمہیں یا مصطفیٰ دیکھا

گلستانِ صفا دیکھا درِ خیرالوریٰ دیکھا
درِ خیرالوریٰ دیکھا گلستانِ صفا دیکھا

ہر اک در سے ہوا سائل نہ اک کوڑی ہوئی حاصل
جو دیکھا سو دلِ گنجینۂ صدق و صفا دیکھا

تمہارا نام لیتے ہیں تمہیں پر جان دیتے ہیں
تمہارے عاشقوں کو سو طرح سے آزما دیکھا

اگر دل لینے آتے ہیں تو کیوں قیمت چکاتے ہیں
اسے ہم مفت دیتے ہیں دل اپنا تم نے کیا دیکھا

دقائق علم و حکمت کے کہاں باقی ہیں اس سے
تمہارا مصحفِ عارض کسی نے گر پڑھا دیکھا

ہوئے سب بند دروازے نہ کچھ پایا کسی در سے
خدا کا شکر میخانہ کا دروازہ کھلا دیکھا

خوشی دیکھی نہ راحت دیکھی سو رنج و آفت
دو روزہ زندگی میں کیا نہ دیکھا اور۔ کیا دیکھا

بھٹکتے ہی رہے صد ہا دلِ اپنا تھام کر ہر جا
تیرا اے بت کسی دن وا اگر بندِ قبا دیکھا

مسیحا ہے وہ اور قاتل نہیں کس فن میں وہ کامل
کبھی وہ مار ڈالا اور کبھی مجھکو جلا دیکھا

میدانِ عشق معرکہ ہے امتحان کا
کیا دوستی کرے وہ جسے ڈر ہو جان کا

مالک کیا خدا نے اُسے دو جہان کا
ایسا کوئی رسول بھی ہوا ہے عزّ و شان کا

یارب ہو دل کو ذائقہ عشقِ مصطفیٰ
بیٹھا ہوں منتظر تری نعمت کے خوان کا

یہ کون لامکاں سے مکاں میں ہے جلوہ گر
شہرہ ہے عرش و فرش پہ کس میہمان کا

مسند لگی ہوئی ہے مرے بادشاہ کی
اُس جا جہاں نہ دخل ہو وہم و گمان کا

تعریف آپ کی نہ کریں ہم تو کیا کریں
یہ تو غذا ہے دل کی مزا ہے زبان کا

کہدو لوائے حمد کے نیچے مقیم ہیں
پوچھے کوئی پتہ جو ہمارے مکان کا

اُس جانِ جاں کے عشق سے کرتا ہے مجکو منع
ناصح نہیں ہے یہ کوئی دشمن ہے جان کا

وہ جان کیا جو یار پہ اپنے فدا نہ ہو
وہ سر ہی کیا جو سنگ نہ ہو آستان کا

ہر راہ رو کو منزلِ مقصود رہ ہے دال
کیا مرتبہ ہے اُن کے قدم کے نشان کا

ابی زمین دل میں وہ رونق فزا ہیں خلق
جسکے قدم سے فخر بڑھا آسمان کا

ہوں امتی جناب رسالت مآب کا
ہر ذرہ میں ظہور ہے جس آفتاب کا

کیا ماجرا سناؤں میں چشم پر آب کا
اس ابر میں نہاں ہے رخ اک آفتاب کا

دکھلا رہے ہو آپ جو عالم شباب کا
جل جل کے دل کباب ہوا آفتاب کا

نکلے بخار اس دل پر اضطراب کا
مدت کے بعد وصل ہے اس آفتاب کا

ہے ان دنوں وہ گھر کا اجالا جو اپنے پاس
ہر صبح دیکھتا ہوں رخ اس آفتاب کا

کہنا غلط ہے ان کو نکلتا ہے آفتاب
دن تو وہی ہے جلوہ ہو جب آفتاب کا

دعویٰ یہ ہے جو رات حسینوں کو ہے پسند
آگے ہمارے منہ نہیں کچھ آفتاب کا

کیا داغ دل کو مرہم کافور دے اثر
بازار سرد ہو نہ کبھی آفتاب کا

ہر طرح اپنے زیست کا پورا ہوا حساب
ابرو ہلال کے ہیں رخ آفتاب کا

کیا دھوپ کاٹے کھائی ہے روز فراق میں
بھوکا آفتاب کبھی آفتاب کا

عالم جو زلف کا ترے چہرے پہ دیکھ لے
بکھرا رہے شعاع سے دل آفتاب کا

اے خلق شام وصل شب گور ہے مری
زیر زمیں ہے جلوہ اب اس آفتاب کا

شوخی بھی ایک کھیل ہے ان کے حجاب کا
ہم سے چھپا دیا ہے ورق آفتاب کا

اتنا ہی اضطراب ہے جتنے وہ دور ہیں
ہے گرمیوں میں تیز اثر آفتاب کا

ہے کیفیت عاشقوں کا جو قاتل کے گرد و پیش
آیا ہے سنبلے میں قدم آفتاب کا

کہتا ہے یار تشنۂ دیدار ہیں کہاں
لبریز نور سے ہے قدح آفتاب کا

آگہ بتان ہند ہوں قبلہ کی سمت ہے
جھکتا ہے رخ کدھر کی طرف آفتاب کا

گھر بیٹھے اپنے ناچ بچاتے ہو رات دن
بھایا ہے تم کو رقص مہ و آفتاب کا

بلی ہیں خاک میں تو بلا سے نہیں ہے غم
میلا ہو دل نہ ہم سے اس آفتاب کا

شغل یہ ہے کہ دن کو نکلتا ہے کس لئے
کس شرح نے جلایا ہے دل آفتاب کا

ہوتی ہے دن ڈھلے سے خوشی شام وصل کی
اپنا ہے اوج اور زوال آفتاب کا

اللہ رے اوج حسن کہ اس گل کے واسطے
دونا بنا کے لائے فلک آفتاب کا

میزان حسن آپ [illegible] ہیں شک نہیں
دل تولے حضور مہ و آفتاب کا

بجھو کے حال [illegible] کے آفت میں قہر میں
لائیں گے ہاتھوں ہاتھ طبق آفتاب کا

دل میں [illegible] گئے ہیں آسمان کے
پکتا ہے تیرے عشق میں دل آفتاب کا

تم وقت پوچھتے رہے یاں وقت آگیا
پہلے ہی شام سے ہے زوال آفتاب کا

عالم میں ان کا شور ملاحت ہے اس قدر
پھیکا ہوا ہے حسن مہ آفتاب کا

دیکھو نگاہ ناز سے اوپر نہ اس طرح
دل پانی ہو گیا ہے بس آفتاب کا

اک کھیل ہے مرا جسے کہتے ہیں شاعری
دیواں کا ہر ورق ہے ورق آفتاب کا

اوپر سے اب تو نیچے اترتے نہیں وہ خلق
کیا چڑھ گیا دماغ مرے آفتاب کا

ہے سامنا کسی کے رُخِ بے نقاب کا
میں جاگتا ہوں خلق کہ عالم ہے خواب کا

مطلع۔ ہے ان کے آگے وہی آب و تاب کا
ہوتا ہے جس میں ذکر شراب و کباب کا

گھر سے جو نکلے صبح یہاں آئے شام کو
سیکھے ہے ان دنوں وہ چلن آفتاب کا

ڈر تھا یہی نظر نہ لگے چرخِ پیر کی
اترا ہوا ہے آج منہ اس آفتاب کا

شرمائے ہے فلک جو بہار زمیں کو دیکھ
گھونگٹ ہے آفتاب کے منہ پر سحاب کا

ہے بے خبر جو حالِ وصال و فراق سے
منکر وہی بنا ہے عذاب و ثواب کا

بے جل بسے گریز نہیں اس جہاں سے
چلتا نہیں ہے موت سے کچھ شیخ و شاب کا

کس کی تلاش میں یہ پھرا تا ہے دربدر
یارب بُرا ہو اس دلِ خانہ خراب کا

رہ تیری دیکھ دیکھ کے لی ہم نے اپنی راہ
دن گنتے گنتے ہم کو دن آیا حساب کا

اے خلق دل سے پوچھئے ہو پوچھنا اگر
رکھئے اُٹھا کے طاق میں جھگڑا کتاب کا

آب و تابِ حُسن سے کیا لُطف پیدا ہو گیا
جل بجھا کوئی کوئی حسرت سے ٹھنڈا ہو گیا

عشق کس بُت کا الٰہی دل میں پیدا ہو گیا
رات دن پھر لگے ڈھونڈنے ہمیں کیا ہو گیا

لے چلے آنسو رواں آنکھوں سے دریا ہو گیا
خوفِ ہجراں سے مگر پانی کلیجہ ہو گیا

آسماں پہ چڑھ گئے ماہ دو ہفتہ ہوتے ہی
دو ہی دن میں ان کو یکتائی کا دعویٰ ہو گیا

ارتباطِ زندگی برہم ہوا بے آپ کے
جان تنہا ہو گئی اور تن اکیلا ہو گیا

نامہ کیا لایا تنِ بے جان میں اپنے آئی جان
جو کبوتر تھا وہ اب مُرغِ مسیحا ہو گیا

جسکو پٹ تلوار ماری اُس نے سیدھی پڑ گئی
لوگ سچ مچ مر گئے واں کھیل تنہا ہو گیا

کان میں آئی صدا اُنکی ہوا اُلفت کا جوش
ہم صدف جسکو سمجھتے تھے وہ دریا ہو گیا

تو وہ ہے جانِ چمن تیرا جو یہ چھاواں پڑا
مجھ سا ہر ایک بُلبل تصویر گویا ہو گیا

اس پری پیکر نے بلوایا ہے نامہ بھیج کر
پر اب اُڑ چلنے کو یہ کاغذ کا پرچہ ہو گیا

گھٹ گئی رونق چمن کی جب سدھارے واں سے آپ
پھول پتی بن گیا اور سرو بوٹا ہو گیا

چل رہے ہیں خوب پتھر ہر طرف سے دیکھیے
اب تو صحرائے جنوں کا صاف رستہ ہو گیا

تو بھی مل لے خلق سے اپنے جُدا رہتا ہے کیوں
آج گلشن میں گُل ... و بُلبل کا یہ چرچا ہو گیا

تجھے دیکھا ہے جب سے پھر نہ کچھ ہمکو نظر آیا
ہر اک کے بھیس میں بس ہو کے تو ہی جلوہ گر آیا

تری فرقت میں قسمت کا لکھا سب کچھ نظر آیا
نہ خط آیا نہ تار آیا نہ مُرغِ نامہ بر آیا

بھر اُلفت سے اُن کے دل اگر خالی نظر آیا
کیا دو رو کے خالی دل کبھی اپنا جو بھر آیا

جُدائی وصل میں یک شب نہیں ہوتی گوارا ہے
شب فرقت قرار اس دل کو کیونکر رات بھر آیا

چمن میں آمد آمد ہے مگر فصلِ بہاری کی
ہر اک مُرغ خوش الحاں ملکے شادی کی خبر آیا

کھلے گا عقدہ مشکل کھلے گا عقدۂ مشکل
جو وہ سفاک اپنے قتل پہ باندھے کمر آیا

گماں قصرِ جنت ہو گیا زاہد کو دُنیا میں
جو تو اے رشکِ گل اُسکو بہارے تو نظر آیا

جوانی کھو کے بس پیری میں ہر دم آہ بھرتے ہیں
ہوا ٹھنڈی لگی چلنے جو ہنگامِ سحر آیا

غبارِ خاطرِ جاناں اس آندھی نے اُڑایا ہے
مری آہوں نے میدانِ محبت صاف کر آیا

نہ ٹوٹے اے آسمان مجھ پر بلا کیا خاک ہے بتلا
کسی شب میں اگر وہ چاند کا ٹکڑا نظر آیا

نکل جائیگا سب کچھ ناک کے رستے سے اے زاہد
نہ سونگھے بُوئے زلف اُسکی تو کیا علم و ہنر آیا

نہاں تھا جب وہ آنکھوں سے تو بینائی کو روتے تھے
نظر آیا ہمیں سب کچھ جو وہ نورِ نظر آیا

کیا بھروسہ جہانِ فانی کا
نام باقی رہے گا باقی کا

بے سبب ہم سے کیوں رُکے ہیں وہ
کچھ نہ عقدہ کھُلا خموشی کا

کیا ہرا ہو گیا ہے دشتِ جنوں
فیض جاری ہے چشمِ جاری کا

نشۂ عشق ہے دوبالا آج
ہے بیاں اُن کے حُسن و خوبی کا

پان کھا کر وہ مُسکراتا ہے
ہے شفق میں گمان بجلی کا

تجھکو دیکھا کبھی نہ جی بھر کر
بھر گیا جام زندگانی کا

خاک چھانے ہے سب خدائی کی
کیا یہ پُتلا بنا ہے مٹی کا

آپ کو شاخِ زعفراں نہ سمجھ
رنگ ہے بے ثباتِ ہستی کا

خار کرنے لگے زباں سُنیئے
گُل کھِلا غنچے کے خموشی کا

اے فلک مونگ دل نہ چھاتی پر — نہیں خواہاں میں دال روٹی کا

بے محل کب ہے جی ڈھا جاتا !!! — ہے تصوّر کسی حویلی کا

زور تو لے نہ کیوں فلک مجھ سے — سنگ راہوں پہ ایک موذی کا

کون گلگشت کر رہا ہے آج — گل و لالہ کا رنگ ہے پھیکا

دل یہ شانہ سے کہہ رہا ہے میرا — بال اُس زلف کا نہو بیکا

تلخ زمادٔ مجھکو غصّے میں — دشمنوں کا بدن نہو پھیکا

دیکھ کر اپنا سینۂ پُرجوش — وہم میخار کو ہے جھنجھٹ کا

جی چُراتے ہیں دوست کیوں ہم سے — کیا کیا ہم نے کام چوری کا

کچھ نہیں خلقؔ جی کو اندیشہ

نام بس محی الدین جیلیؒ کا

ٹیکا ماتھے پہ لگانا کیا
خورشید کو سر پہ چڑھانا کیا

کہنے میں نہ ہو جب دل اپنے
پھر کہنا کیا کہلانا کیا

کیوں جور ہے دِل میں ترے اے بُت
کیوں عالم غیب کو جانا کیا

دِل خالی کیا ہم نے کیا رد کر
پھر آپ کا اِس میں نہ آنا کیا

خم ٹھوکتی ہیں زُلفیں اُن کی
دیوانہ نہ ہو گا سیانا کیا

سر چڑھ کے موے اک سرو کے ہم
قِسمت کا اوج دکھانا کیا

آرے چلتے ہیں جو اس دِل پر
بن جائے گا زُلف کا شانہ کیا

بیٹھے ہم جس جا بیٹھ گئے
آبادی کیا ویرانہ کیا

کچھ اور ہے اپنے عِشق کا رنگ
بُلبل کیا ہے پروانہ کیا

لے دو قِصّہ ہستی کا چکے
اِس دِل کا مول چکانا کیا

گر وصل نہ ہو فرقت ہی سہی
اے خلقؔ یہ اشک بہانا کیا

جنوں میں بھی تصوّر ہے تمہارے روشن کا
گماں صحرائے وحشت پر ہوا ہے دشتِ ایمن کا
طریقِ عشق میں یکساں ہے عالم دوست دشمن کا
کیا اُن کی ادا نے فیصلہ شیخ و برہمن کا
چلے صحنِ چمن میں وہ سہی قامت جو تن تن کر
نکل جاوے گا ایک دم میں اکڑ نا سرو گلشن کا
بڑا ہے توڑ کیسا اِس خدنگِ آہ کا اے دِل
ہوا مجروح سینہ طائرِ سدرہ نشیمن کا
برابر ہے دِلِ نادان حسن و عشق کی زینت
وہاں زیور ہے سونے کا یہاں زیور ہے آہن کا
خجالت ہو گئی ہے مرتے دم خنجر سے قاتل کی
الٰہی کیوں رہا باقی یہ تسمہ میری گردن کا
حیا و شرم پر کس غنچۂ خوبی کے مرتا ہوں
ہر اک نم چشم سے جو آسرا کرتا ہوں دامن کا
سوے پر بھی تصوّر تر مژگان کا نظر میں تھا
نشانہ کر دیا یادوں نے بھر اپنے مدفن کا

جنوں کا ہو گیا اِحسان مجھ پر جوشِ وحشت میں
اُتارا بوجھ تن سے آستیں و جیب و دامن کا

بوقتِ نزع مجکو وہ ستمگر دیکھ کہتا ہے
رگڑنا ایڑیوں کا یاد آیا ہے لڑکپن کا

بتلا اے عشقِ مبتلا تو ہی کِس کِس کا ستم جھیلوں
دہن کا چشم کا رُخسار کا شانوں کا گردن کا

کیا ہے خون اپنا اُن کی مستی کے اُداہٹ نے
پسِ مردن بھی تختہ خاک سے پھولیگا سوسن کا

ہماری بے کسی کو دیکھ صدہا دل پگلتے ہیں
چراغِ گور اپنا کچھ نہیں محتاج روغن کا

بحمد اللہ ہم نقد توکل پاس رکھتے ہیں
یہ وہ سرمایہ ہے جسکو نہیں ہے خوف رہزن کا

تبسم عشوہ ناز و ادا کا رنگ دیگر ہے
ترقی پہ ہے عالم چشم بددور اُن کی جوبن کا

ہوا کچھ اور ہی چل جائے گی اے جان دو دن کو
اُچھلنا کودنا سب بھول جاؤ گے لڑکپن کا

سدا جیتا ہو عشقِ خال روے یار میں اے خلق
میری روزی جہاں میں ہے یہی اک دانہ خرمن کا

قدِ رعنا کو ترے غیرتِ طوبیٰ سمجھا
لبِ جاں بخش کو اعجازِ مسیحا سمجھا

عہدِ پیری میں ہوا اُس مہِ کامل سے وصال
نیرِ بخت کو میں صبح کا تارا سمجھا

ذکر کرتے تھے گنہگار کو بھی پوشیدہ
کیا چھپاتے ہو حباب آب میں سمجھا سمجھا

موت نے پار کیا چشم کے طوفانوں سے
میں لبِ گور کو دریا کا کنارہ سمجھا

اے صنم وعدہ خلافی نے ترے مارا ہے
تیرے امروز کو میں وعدہ فردا سمجھا

اُلفتِ زُلف نے مجکو یہ کیا سودائی
کوئی جن اور کوئی آسیب پری کا سمجھا

بادہ نوشی سے یہاں ہوش ہرن ہوتے ہیں
لٹ مٹے ہم نے تجھے آہوئے صحرا سمجھا

سلطنت ہو گئی پامال ترے کوچہ میں
افسرِ شاہ کو میں پاؤں کا چھالا سمجھا

ہو گیا کھیت جو قاتل کی گلی میں اپنا
تخمِ اُلفت کے لگانے کا میں ثمرہ سمجھا

چشمِ فتان نے جو مجروح کیا ہے دل کو
نرگسِ باغ کو میں زخم کا پھاہا سمجھا

تیغ سر پر جو لگی ہو گئی سر پینچ مجھے
دانہ آیا جو گلے پر اُوسے مالا سمجھا

اے سہی قد تری الفت نے یہ بخشی تاثیر
کوئی تیرا بھی ہوا مجھ سے تو سیدھا سمجھا

مر گئے ہم تو بلا ٹل گئی سمجھا اُس نے
کفنِ تار کو زلفوں کا اُتارا سمجھا

نظر آنے لگے معشوق بھی عاشق اُسکے
سامنے یار کے یوسف کو زلیخا سمجھا

بے ثباتی تری ثابت جو ہوئی اے دُنیا
رشتۂ عمر کو مکڑی کا میں جالا سمجھا

جان لی ہم نے تجھے آنکھ کی پتلی اے جان
منہ جو آنچل میں چھپا آنکھ کا پردہ سمجھا

آگیا جوشِ جنوں میں جو لڑکپن کا خیال
دامنِ کوہ کو میں دامنِ دایہ سمجھا

مدتوں ہم بھی قفس میں رہے صیاد کے خلق
بات سمجھی کوئی اپنی نہ اشارہ سمجھا

رُسوا ہوا خراب ہوا در بدر ہوا
اے عشق جب سے آپ کا اِس دل میں گھر ہوا

جاگا نہ ایک دن بھی میرا بختِ خفتہ ہائے
ایک رات بھی نہ یار کے زانو پہ سر ہوا

پینے سے مے کے جاتی رہی دل شکستگی
ساقی نہیں ہوا کہ کوئی شیشہ گر ہوا

محفل میں آگئے جو وہ خود کو سنوار کر
ہر اک کے دل میں صورت آئینہ گر ہوا

ہنگام وصل بھی نہ مٹی دل کی آرزو
دریا میں غوطے کھاکے پر دامن نہ تر ہوا

شیدائیوں کے رہتے ہیں دن رات جمگھٹے
ہم ایک کیا تھے اب تو زمانہ اُدھر ہوا

اک دل کے بدلے مل گئے مجکو ہزار دل
داغوں سے عشق کے میں سراپا جگر ہوا

اے بُت نہ جانئے تجھے کسطرح عین حق
آنکھیں لڑائیں جس نے وہ اہل نظر ہوا

دل ہی نہ ہو تو کیسی صورت ہو دل لگی
آباد شہر بھی مجھے اُجڑا نگر ہوا

اشکوں نے کر دیا مرے افشائے رازِ عشق
آنکھوں میں جس کے جا تھی وہی پردہ در ہوا

خون عاشقوں کا عہد میں اُنکی ہوا مباح
رنگ زمانہ دیکھئے نوعِ دگر ہوا

ہر برگ پر ہوا ہے خط یار کا گماں
مُرغ چمن نظر میں ہر ایک نامہ بر ہوا

سائل متاعِ حُسن کا ہے کون جو نہیں
حاتم بھی تیرے نام پہ دریوزہ گر ہوا

مشہور کر دیا ہے اُسے میرے قتل نے
میرا نشان مٹا کے صنم نامور ہوا

سوزِ جگر سے اشک مرے گرم ہو گئے
دریا میں اپنے آتشِ دل کا اثر ہوا

واقف ہوا جو آپ سے بھولا جہاں کو
اپنی خبر ہوئی جسے وہ بے خبر ہوا

کچھ آ گیا ہے عاشقِ مضطر کا دھیان آج
مدّت کے بعد دل میں تمہارے اثر ہوا

اے خلق فکر چھوڑ دو ہر ایک کمال کی
جب مر گئے تو ساتھ نہ کوئی ہُنر ہوا

کچھ تذکرۂ عشقِ بُتاں ہو نہیں سکتا — جو دل پہ گذرتا ہے بیاں ہو نہیں سکتا

مرجائے کوئی پر ہے اُنھیں پاس زباں کا — منھ سے جو نہیں نکلا تو ہاں ہو نہیں سکتا

جلتا ہوں مگر آہ نہیں مُنھ سے نکلتی — یہ آگ وہ ہے جس میں دھواں ہو نہیں سکتا

ہر شخص ہے خواہاں ترا اے یوسفِ ثانی — سودا ترا کس جا پہ گراں ہو نہیں سکتا

موقوف رہا حشر پہ اب وعدۂ دیدار — کیا واں بھی نہ ہوگا جو یہاں ہو نہیں سکتا

و دراز ہوں میں راہ رو منزلِ مقصود — قدموں کا زمیں پر بھی نشاں ہو نہیں سکتا

کرتا نہیں وہ رشکِ چمن بات حیا سے — غنچے کے چٹکنے کا گماں ہو نہیں سکتا

میں بعد فنا کے بھی وہ تنہائی گزیں ہوں — جس پر گذر فاتحہ خواں ہو نہیں سکتا

ہے آئنہ پیر صورتِ زیبا کا تصور — جلوہ ترا آنکھوں سے نہاں ہو نہیں سکتا

قابو نہ رہے دل پہ تو پھر کیا کرے انساں — اب ضبط بھی مجھ سے مری جاں ہو نہیں سکتا

نشہ میں بھی اُس یار کے جوہر نہیں کھلتے — موقع کوئے اے بادہ کشاں ہو نہیں سکتا

جو چاہتا خالق ہے وہی ہوتا ہے اے خلق
خلقت سے مرا سود و زیاں ہو نہیں سکتا

ہرگز نہ ہوا وہ بُتِ دلخواہ کسی کا
سچ ہے کوئی دُنیا میں نہیں آہ کسی کا

سَب بلکہ ہتھکنڈے پری زاد تمہارے
ہوتا نہیں یہ بندۂ درگاہ کسی کا

یہ عشق کا جن سر پہ چڑھا ہے کہ ہمیشہ
سائے کی طرح میں بھی ہوں ہمراہ کسی کا

بھونچال ہے ہر کام پہ یا چال ہے اُن کی
اس طرح چلن ہوئے نہ بے راہ کسی کا

کچھ ذکر جو آیا تو لگے ہنس کے یہ کہنے
یارب نہ ہو برباد ہوا خواہ کسی کا

بس دیکھ لیا آپ کو رستہ تو بہت دراز
کب دن [illegible] زور ہے واللہ کسی کا

میں بول اٹھا آپکی اس فہم کے قرباں
مطلب ہی سمجھتے ہو دل آگاہ کسی کا

اے خلق یہی مانگتا رہتا ہوں خدا سے
محتاج نہ کرنا مرے اللہ کسی کا

جو نہ عشقِ زلفِ پیچاں ستم شعار ہوتا
نہ مزاج ہوتا برہم نہ یہ انتشار ہوتا

یہ غرور کے ہیں معنی کہ نہ دیکھی شکل اپنی
نہیں آئینہ بھی ان سے ہے کبھی دوچار ہوتا

کبھی رنج و گہ خوشی ہے یوں ہی کٹتی زندگی ہے
کسی حال آسماں کو نہیں ہے قرار ہوتا

وہ بہار میں جو آئے تو عجب مزے اُڑائے
جو نہ پھولوں ہم سماتے تو ہر اک تو خار ہوتا

لبِ چشمہ آفتِ جاں میں اٹھاتے لاکھ طوفاں
کوئی ہمکنار ہوتا کوئی در کنار ہوتا

مجھے وقتِ دم شماری جو دکھاتے اپنی صورت
یہی لطف مجھ پہ سرکار کا بے شمار ہوتا

نہ تمہاری نخلِ قامت سے ملا ہمیں کوئی پھل
مگر اس درخت نازک پہ ثمر ہی بار ہوتا

جو ہوا ہوا کہ صلوات گذشتہ را مشل ہے
نہیں خلق اب بھی غفلت سے تو ہوشیار ہوتا

تری شمع رُخ پہ پروانہ سا ہوں نثار ہوتا
نہیں اب بھی دل جلو نہیں ہے میرا شمار ہوتا

نہ بلائے ہجر سہتے نہ اُمیدوار رہتے
ہمیں اپنے مرنے جینے میں جو اختیار ہوتا

وہ شراب تونے دی ہے کہ جہاں کو بے خودی ہے
نہیں صبح محشر تک بھی کوئی ہوشیار ہوتا

مجھے آپ قتل کرتے جو لہو سے ہاتھ دھوتے
میرا نام ہوتا سرکار کا اشتہار ہوتا

یہ ہوا ہے عشق کا رنگ کہ ہوا اپنے جی سے خود تنگ
کوئی لا دیا کسی کا دل مستعار ہوتا

کہیں وعدہ کو وفا کر کہیں قصّہ فیصلہ کر
کہ اشد موت مجکو ہے یہ انتظار ہوتا

ہے مثل جو اک ہوں دو دل تو رہے نہ کوئی مشکل
کوئی کوہکن سا ملتا مجھے یار غار رہتا

جو نہ خلق دل لگی سنتا تو کہاں میں سر کو دھنتا
نہ یہ اضطراب ہوتا نہ یہ اضطرار ہوتا

دل ہوا طالب محبت بے پیر کا
سلسلہ ہے زلف کی زنجیر کا

وصف روئے مہر شان سنتا ہوں میں
شوق ہے قرآن کی تفسیر کا

آئے جتنا جی میں کیجئے ظلم و جور
خود مقر ہوں جرم اور تقصیر کا

صاف یوں دشنام دیتے ہو جو آپ
ہے یہی بدلہ میری توقیر کا

دفتر عصیاں بغل میں لے چلے
ہے یہ احساں کاتب تقدیر کا

تیغ ابرو بس ہے اے قاتل تجھے
کام کیا خنجر کا ہے اور تیر کا

ایک اشارہ سے ہوا صد پارہ دل
واہ کیا جوہر ہے اس شمشیر کا

ناصح مشفق تو اپنی راہ لے
ہو رہے گا ہو گا جو تقدیر کا

خلق قدموں سے لگی رہتی ہے روز
خلق ہے اُن کا عمل اکسیر کا

صبح جنّت ہے رُخ اُس مہرو کا — شام غربت بھی ہے عالم ہو کا

نترِ بخت مرا اوج پہ ہے — عشق ہے خال رُخ مہرو کا

دونوں آنکھیں نہیں اصداف ہیں یہ — ہے گہر قطرہ ہر اک آنسو کا

سامری سحر سے کیا اون کو غرض — کام کرتی ہے نگہ جادو کا

مشک اذفر بھی جو ہو نام نہ لوں — میں ہوں مشتاق تمہاری بو کا

کچھ نہیں کافر و دیندار سے کام — عشق ہے اُن کے رُخ و گیسو کا

تیغ و خنجر کی نہ کر قاتل فکر — اک اشارہ ہمیں بس ابرو کا

خلق حسرت سے جلے شمع نہ کیوں
ہوں میں پروانہ رُخِ نیکو کا

مژدہ راحت فزا آنے لگا
پھر پیامِ دل رُبا آنے لگا

مار ڈالے گی ہمیں حسرت میاں
ہاتھ میں کیوں آئینہ آنے لگا

مہرباں ہم پہ ہوا وہ سنگ دِل
بُت کو بھی خوفِ خدا آنے لگا

اِن دِنوں رونق جو گلشن کو ہوئی
کون وہ گلرو قبا آنے لگا

عید ہے اُفتادگانِ خاک کو
بام پر وہ مہ لقا آنے لگا

اس شکرلب کا جو لکھا میں نے وصف
آبِ حیواں کا مزا آنے لگا

اُن سے جب باتیں ہوئیں بے ساختہ
لب پہ اپنا مُدعا آنے لگا

شکر للہ ہے نویدِ وصلِ خلق
خندہ رو قاصد مرا آنے لگا

اِن بتوں سے جب اتّصال ہوا — دین و دنیا سے انفصال ہوا !!

اک سیہ چشم کا ہوں دیوانہ — میرا صیّاد اک غزال ہوا

خوف ہے ہوگا کیا مآل اس کا — اتحاد اس سے پھر کمال ہوا

جلوہ گر بام پر ہوا جب وہ — بدر کا سب کو احتمال ہوا

تیرگی کا ستارہ ہے سر پر — اس لئے پھر خیالِ خال ہوا

کب تک اتنا غرور قبلہ من — ہر کسی کو یہاں زوال ہوا

دستِ گلگوں کو کیا دکھاتے ہو — دل مرا غم سے پائمال ہوا

قامتِ یار سے کیا دعوے — سرو گلشن میں کب نہال ہوا

طاق بیت الحرام ہیں ابرو — سجدہ کرنا مجھے حلال ہوا

آپ کے واسطے حرام نہیں — گر کوئی نیم جاں حلال ہوا

کس طرح میں کہوں سخی تم کو — نہ قبول ایک بھی سوال ہوا

انتظارِ وصال میں اے خلق
آنکھ بھی موندنا محال ہوا

آوازہ جو سن لے تیری حسنِ بشری کا
اُڑ جائے وہیں ہوش ہر اک حور و پری کا

حافظ ہے خدا سیر کو جاتا ہے وہ گلرو
نرگس سے مجھے خوف ہے ایک بدنظری کا

بازار تو ہے گرم ترے حسن کا اے یار
شعلہ نہ بھڑک جائے ہے پوشاک زری کا

اک آہِ شرر بار سے میں اسکو جلا دوں
نالے میں کہیں نام جو ہو بے اثری کا

لوں مشکِ ختن کا نہ کبھی نام خطا سے
آوارہ ہوں میں نکہت گیسوے پری کا

رکھتے نہیں کچھ دولت دنیا سے سروکار
سرمایہ اگر ہے تو فقط بے ہنری کا

اے جان مرے تن پہ شمشیر نہ تولیں
کشتہ ہوں فقط آپکی میں کج نظری کا

کہتا تھا نہ کر اس بت سرشار سے الفت
چکھا دلِ ناداں نے مزا بے خبری کا

محتاج ہوں ظاہر پہ لب و چشم کی دولت
اے خلق شہنشاہ ہوں میں خشکی و تری کا

صفحۂ عارض ہمیں جب یار کا یاد آگیا
درسِ حسن و عشق کا بھولا ہوا یاد آگیا

برقِ غم چمکی ہے اور ہے موجزن دریائے عشق
وہ دُرِ شہوار وہ ابرِ سخا یاد آگیا

ہو گیا ہے پارہ پارہ دلِ مرا مثلِ کتاں
مہ لقا یاد آگیا وہ مہ لقا یاد آگیا

قامتِ موزوں کا رہتا ہے تصور ہر گھڑی
نخلِ فردوس یا عرشِ علا یاد آگیا

کھوئے بیٹھا ہوں میں ہوش و طاقت صبر و قرار
جب سے وہ محنت فزا تسکیں ربا یاد آگیا

یہ مرض میرا طبیبو! وجہ کیوں نہ ہو
نزع کی حالت میں وہ عیسیٰ ادا یاد آگیا

شکلِ حیرت کوئی مقصد میں پریشاں حال ہوں
جب سے اُس آئینہ رو کا نقش پا یاد آگیا

وہ تو تیری یاد میں رہتا ہے ہر شام و سحر
عاشقِ شیدا کبھی تجھکو بھلا یاد آگیا

چاک رہتا ہے گریباں نشترن میں دل میں خار
خلق کو جس دن سے وہ گلگوں قبا یاد آگیا

خواب سے جب نرگسیں چشموں کو تم نے وا کیا
نشۂ الفت سے ایک عالم کو متوالا کیا

حق یہی ہے ہم سے کب ہو اُسکی خوبی کا بیاں
حق نے محبوبانِ عالم میں اُسے یکتا کیا

اپنے گیسوئے مسلسل کو دکھا کر وقتِ شام
عاشقوں کے واسطے تازہ جنوں برپا کیا

وادیِ مجنوں میں ہے آتش نشاں ہر کوہِ دشت
کس نے اُس جا پر ہمارے عشق کا چرچا کیا

سر بہ سجدہ کیوں نہ ہوں اوس نقشِ پا کو دیکھکر
حق تعالیٰ نے تجھے عشاق کا کعبہ کیا

اپنی قسمت کی بھلا کس سے شکایت میں کروں
اے ستمگر خیر جو تو نے کیا اچھا کیا

مہرباں غیروں پہ اور ہم پر خفا ہو اس قدر
کیا خطا صادر ہوی اور جرم ہم نے کیا کیا

ناوکِ غمزہ سے اُسکے دل تو تھا مجروح اور
کام میرا اس نگاہِ تیز نے پورا کیا

دولتِ دیدار سے اُس کے غنی ہوں خلق میں
مال و نعمت سے خدا نے مجکو بے پروا کیا

دم بھر رہا ہوں رات دن ایک گلعذار کا
یہاں ہر نفس میں رنگ ہے بادِ بہار کا

پوچھے جو مجھ سے وصف کوئی زلفِ یار کا
دکھلادوں حال [illegible] تار تار کا

سب سے جدا ہی رنگ ہے اپنی بہار کا
گلچیں نہیں ہوں میں چمنِ روزگار کا

ہے دل ہوائے زلف میں یوں خاکسار کا
آندھی میں جس طرح سے ہو نقش غبار کا

سوجھے بُرا بھلا اُسے کیا روزگار کا
آندھی کو ایک رنگ ہے لیل و نہار کا

شعلہ بھڑک اُٹھا یہ دلِ بے قرار کا
گھر جل کے خاک ہو گیا صبر و قرار کا

احساں ہو مجھ پہ اس فلکِ زرنگار کا
سکہ چلے جو اپنے دلِ بے قرار کا

چلتا نہیں جو زور کچھ اُمیدوار کا
یہ تار ٹوٹتا ہی نہیں انتظار کا

اللہ رے اوج زخمی ابروئے یار کا
چھالا فلک ہے جس کے دلِ داغدار کا

پوشاک زرد پہنے ہے اُس گلعذار نے
[illegible] رنگِ خزاں میں بہار کا

تارِ نظر ہے اپنے یہی رشتۂ حیات
مرجاؤں میں جو شغل نہ ہو دیدیار کا
کرتے ہیں اقتباس فروغ گذشتگاں
دیکھا جسے وہ چور ہے شمع مزار کا
ڈرتا ہوں میں نہ ٹوٹ پڑے سر پہ آسمان
اے یار دل نہ توڑ کسی خاکسار کا
اے باغبان نہ سیرِ گلستاں سے منع کر
تیرا نہیں فقط یہ چمن ہے ہزار کا
سکّہ چلے گا درہم داغِ جنوں کا پھر
سودا ہوا ہے سب کو جو فصلِ بہار کا
دل ٹوٹ ہی گیا جو ہوئے ہم سے وہ خفا
اس آئینہ سے باد نہ اُٹھا غبار کا
آنکھیں ہیں بند اس کے تصور میں اس لئے
لوگوں میں تا نہ حال کھلے انتظار کا
آنکھیں سیے ہی رہتے ہیں بدجامہ زیب لوگ
خوش قطع کس قدر ہے لباس اپنے یار کا
معنی سے بے خبر ہیں یہ سب صورت آشنا
ہم پر کھلا ہے وصل میں جو سر ہے یار کا
سر چڑھ کے مر رہے ہیں جو خلق آسمان کے
دھوکا ہوا ہمیں قد بالائے یار کا

شور ہے شیریں دہن بہ تیری زیبائی کا
رتبہ ہے یوسف مصری کو زلیخائی کا

شوق کس وحشی کو ہے بادہ پیمائی کا
بہ خدا نام نہ لوں میں بت ہرجائی کا

بے تکلف نہ ہوئی ان سے ملاقات نصیب
کوئی موقع نہ رہا یار سے تنہائی کا

شہر سنسان ہے اور دشت بھی ہو کا میدان
دل لگے کونسی جا پر ترے سودائی کا

آنکھ جب سے ہے لگی نیند کہاں چین کہاں
حال کیا پوچھتے ہو اپنے تمنائی کا

داغ روشن ہے مرے سینہ کا ہے شمع بالیں
غم کسے ہے لحد تیرہ میں تنہائی کا

ماہ خورشید نہیں ڈوبتے ہیں زیر زمیں
تیرے در پر انھیں عہدہ ہے جبیں سائی کا

دیکھئے ہے جو چمن میں کبھی سنبل کی بہار
جی الجھتا ہے ترے زلف کے سودائی کا

عینکِ شمس و قمر سے بھی نہیں سوجھتی ہے
فلک پیر کو شکوہ ہے یہ بینائی کا

غیر کو بزم میں ہو دخل ہمیں بار نہ ہو
کیا سلیقہ ہے یہی انجمن آرائی کا

محفل یار میں ہوں شمع کی صورت اے خلق
ہے زباں پر مجھے یارا نہیں گویائی کا

قصد ہے کونسے گلُ کو چمن آرائی کا
دیدۂ نرگس کی طرح وا ہے تماشائی کا

دَم لبوں پہ ہے مسیحا تیرے شیدائی کا
کیا اسی بات پہ دعویٰ تھا مسیحائی کا

کیا یہی گبر و مسلماں کی ہے قسمت کا لکھا
دیر و کعبہ میں ہے جو شغل جبیں سائی کا

ایک ہی ہاتھ میں عالم کو کیا بے سر و پا
دست قاتل کی میں قائل ہوں توانائی کا

اُلفت خال رُخ یار سے کرتا ہے تو منع
ناصحا میں نہیں قائل تیری دانائی کا

وعدہ وصل میں جتنے ہیں تمہارے عاشق
لب جاں بخش میں عالم ہے مسیحائی کا

جس نے دیکھا تجھے وہ کلمۂ توحید پڑھا
شور ہے کعبہ میں اے بت تیری یکتائی کا

آنکھیں اللہ نے پیدا کیے عبرت کیلئے
کور باطن کو نہیں فائدہ بینائی کا

تیری آنکھیں ہی نہیں غارت عالم اے شوخ
ڈھنگ ہے یاد مژہ کو بھی صف آرائی کا

عشق ہے خال رُخ پاک سے مجکو اے خلق
دل سے عاشق ہوں میں اک حور سویدائی کا

خاتمہ اُس گلِ رعنا پہ ہے رعنائی کا
حُسن کا ناز کا انداز کا زیبائی کا

خانہ چشم میں بے یار سمایا نہ کوئی
عین محفل میں ہے عالم مجھے تنہائی کا

تارِ دامن سے میں دیوانہ ہوں زنجیر بپا
اور کیا پوچھتے ہو حال توانائی کا

دمِ رفتار یہ خلخال سے آتی ہے صدا
میری ٹھوکر میں ہے انداز مسیحائی کا

جوشِ گریہ سے مجھے خلق خدا کہتی ہے
کام خشکی میں نہیں مردمِ دریائی کا

پیاس کے مارے نکالی ہے زباں کانٹوں نے
آبلوں کو مرے عہدہ ہے جو سقائی کا

کہتے ہیں زندۂ جاوید شہیدوں کو ترے
ذائقہ قتل سے پایا ہے مسیحائی کا

تجھکو اللہ نے بے مثل بنایا ہے حسینؔ
الف قد ہے اشارا تری یکتائی کا

عرضِ مطلب کو زباں اُٹھ نہیں سکتی اپنی
حُسن کے رعب سے دم بند ہے گویائی کا

تو جو وحشی کی طرح مار رہا ہے چکر
اے فلک یہ مہ نو طوق ہے سودائی کا

دور و نزدیک ہوئے عشق میں مشہورِ خلق
نام کا پاس نہ اندیشہ ہے رسوائی کا

دل جب پسند حور شمائل نہیں رہا
دیدہ بھی اپنا دید کے قابل نہیں رہا

غیروں کے دخل پانے سے نقشہ بگڑ گیا
اے شمع رو وہ نقشِ محفل نہیں رہا

افسانہ ذکر ہو گیا ہر اک حسین کا
تیرا جہاں میں کوئی مقابل نہیں رہا

صد شکر اُن سے جلد ملاقات ہو گئی
برسوں وصالِ یار کا سائل نہیں رہا

ہر نیک بد کے ساتھ ہے آخر فنا لگی
دنیا میں کوئی غافل و عاقل نہیں رہا

پانی یہ سر سے ہو گیا اونچا فراق میں
دریائے اشک کا کہیں ساحل نہیں رہا

ہمت کو ہارتے نہیں مردانِ راہِ عشق
تھک کر میاں بے وصول یہ منزل نہیں رہا

اے روح چل نکل کہیں جسم ضعیف سے
گھر اب یہ تیرے رہنے کے قابل نہیں رہا

بھر بھر کے دستِ ساقی سے پیتا ہوں جام مے
خالی کبھی نشاط سے یہ دل نہیں رہا

ہم بھی متاعِ صبر و خرد نذر کر دیئے
کچھ مایۂ وجود کا حاصل نہیں رہا

دامن سمٹا ہے دم ذبح کس لئے
اک قطرہ خوں بھی جسم میں قاتل نہیں رہا

تارے ہی گنتے ہجر میں راتیں کٹیں مگر
ایک شب گھر اپنے وہ مہ کامل نہیں رہا

جھگڑوں سے زندگی کے ہوئے پاک مر مٹے
اے خلق کام اب کوئی مشکل نہیں رہا

شوق اُس بُت سے ہوا دلکو بہت یاری کا
اے خدا تو ہی نگہبان ہے دینداری کا

اِس مرض سے کوئی جانبر نہوا مر ہی گیا
مبتلا ہو نہ کوئی عشق کی بیماری کا

نہ ہوا نرم کبھی وہ بُتِ کافر ہرگز
کچھ اثر نالۂ دل کا نہ مری زاری کا

دیکھ لے زمرۂ عشاق ہے لشکر تیرا
اے شہِ حسن تجھے رتبہ ہے سرداری کا

وہ میرا حلق میں اٹکا ہے ستمگر وا کر
ناخنِ تیغ سے عقدہ میری دشواری کا

ہیں اسی رنج میں ہم زیست سے اپنے بیزار
نہیں کھلتا جو سبب ہم سے ہے بیزاری کا

قہر آمیز ہے جو لطف ہے تیرا ظالم
مہربانی تیری دھوکا ہے ستمگاری کا

آشنائی کا نہ ہے پاس نہ اُلفت کا خیال
کوئی سکھلائے چلن ان کو وفاداری کا

زُلف کی طرح پریشاں ہوا اور اُلجھا
دھیان آیا جو کبھی اپنی گرفتاری کا

پھونک دی آگ مرے ہر رگ و ریشہ میں ظفرؔ
ہے عجب گرم اثر عشق کی چنگاری کا

آڑے ہاتھوں مجھے بے طرح لیا عشق نے خلق
راست اِس قد پہ جو خلعت ہے طرحداری کا

فدا ہیں وصل میں ہم جلوۂ دیدار پر کیا کیا
تجلّی حسن کی ہے ہر در و دیوار پر کیا کیا

پریشاں بال ہیں زلفوں کے روئے یار پر کیا کیا
گھٹا چھائی ہوئی ہے حسن کے بازار پر کیا کیا

فدا ہوتے ہیں عاشق چشمِ مستِ یار پر کیا کیا
ہجومِ میکشاں ہے خانۂ خمار پر کیا کیا

مجھے صحرائے وحشت چھاونی ہے لشکرِ غم کی
دیئے ہیں آبلوں نے خیمے ہر سرِ خار پر کیا کیا

مری آنکھوں پر گلشن ہے بہارِ دستِ جاناں
نظر آتے ہیں گل بوٹے قبائے یار پر کیا کیا

مزہ ملتا ہے ذکرِ معصیت سے وقتِ توبہ بھی
پڑھا کرتا ہوں لاحول اپنے استغفار پر کیا کیا

تڑپ ہے بیقراری ہے ہمیشہ آہ و زاری ہے
تری فرقت میں صدمہ ہے دلِ بیمار پر کیا کیا

یہ چال اچھی نہیں جو چل بسے ہیں اُٹھ کھڑے ہونگے
گمانِ شورِ محشر ہے تری رفتار پر کیا کیا

ہوا ہے جب سے سودا یار کی زلفِ پریشاں کا
اُلجھتا ہے دل اپنا سبحہ و زنار پر کیا کیا

خریداری کا خواہاں ہے ہر اک اے یوسفِ ثانی
ہجومِ عاشقاں ہے حسن کے بازار پر کیا کیا

لباسِ یار کی اُلفت میں عُریانی ہوئی حاصل
گریباں چاک کرتا ہوں قبا کی تار پر کیا کیا

نگاہِ یار سے مطلب سمجھ جاتا ہوں میں اے خلق
پہنچتی ہے خبر مجھ کو نظر کے تار پر کیا کیا

اُس فسوں گر کا نہیں خالی اثر سے دیکھنا
خاک میں مجھکو گرایا بام پر سے دیکھنا

آنکھ گر اُنکی کھُلی بادِ سحر سے دیکھنا
شعلے نکلیں گے میرے داغِ جگر سے دیکھنا

آج کیا بجتا گجر ہے شور و شر سے دیکھنا
بیٹھے ہیں تیار وہ پچھلی پہر سے دیکھنا

سیر کو بارش میں وہ نکلے ہیں گھر سے دیکھنا
کام نکلے گا ہماری چشمِ تر سے دیکھنا

ہے ندامت اِس قدر افشائے جانِ عشق سے
چاک دامن سے دیا تارِ نظر سے دیکھنا

اے خوشا قسمت ہوئے جو بندہ سرکارِ عشق
لکھتے ہیں عاشق کا چہرہ آبِ زر سے دیکھنا

راستہ خالی سمجھکر رکھتے ہیں پا ہر قدم
جمع ہو جائیں گے سب رہگذر سے دیکھنا

آستاں پر بیٹھے ہیں سب ہاتھ دھو کر جان سے
تیرے دیوانے اُٹھیں گے شور و شر سے دیکھنا

سینہ و دل تیرِ مژگاں کے ہدف بن جائینگے
آنکھ لڑتی ہے کسی بیداد گر سے دیکھنا

پھر جھڑی لگ جائیگی ابھی کہ طوفاں ہو دیگا
ابر کو تشبیہ دیکر چشمِ تر سے دیکھنا

اے خوشا قسمت ہوئے جو بندہ سرکارِ خلق
لکھتے ہیں عاشق کا چہرہ آبِ زر سے دیکھنا

دِل ہوا خنجرِ ابرو پہ جو قربان میرا
نام مشہور ہوا عاشقِ بے جاں میرا

اللہ اللہ تیرا نام ہے ایماں میرا
صفحۂ عارضِ پُر نور ہے قرآں میرا

نعتِ محبوبِ خدا شغل ہے ہر آن میرا
یہی اسلام ہے میرا یہی ایماں میرا

ان طبیبوں سے نہ ہوگا کبھی درماں میرا
حال اب دیکھ ذرا عیسیٰ دوراں میرا

کیا تماشہ نظر آیا ہے خدا جانے اِسے
بند ہوتا ہی نہیں دیدۂ حیراں میرا

لے چلا کوچۂ جاناں کی طرف جذبۂ شوق
دشتِ غربت میں ہے اللہ نگہباں میرا

سیرِ گلزار مبارک رہے تجھکو بلبل
ہے مرا سینۂ گُل خوردہ گلستاں میرا

ہجرِ جاناں میں لگادی ہے جھڑی آنکھوں نے
ہوئے آخر کہیں یہ موسمِ باراں میرا

ضبط کب تک میں کروں آہ و فغاں سینہ میں
فاش ہو جائے گا اک دن غمِ پنہاں میرا

مجھے مجنوں سے زیادہ یہ سمجھتے ہیں عزیز
خارِ صحرا ابھی چھوڑیں گے نہ داماں میرا

خلق ہر ایک نظر آتا ہے دیوانہ مجھے
کسکو دکھلاؤں بھلا چاکِ گریباں میرا

●

شکر ادا ہو کیا کیا تیرا	بندہ ہوں میں مولا تیرا
دل جب تجھ سے نہ سنبھلا تیرا	مانیں گے وہ کہنا تیرا
چھین کے دل کہتا ہے وہ ظالم	کیا ہے مجھ پر دعویٰ تیرا
سامنے آ جا نقاب الٹ دے	ہم سے غضب ہے پردا تیرا
اے بُتِ کافر خدا ہی جانے	وعدہ کب ہو پورا تیرا
دل کی بات نہ ہم سے چھپے گی	آئینہ ہے سینہ تیرا
اے شبِ فرقت ڈرا نہ مجھ کو	ہووے کہیں منہ کالا تیرا
دل کو نہ تھی منظور جدائی	نام جو منھ سے نہ نکلا تیرا
فدا ہیں تیرے عاقل و مجنوں	بستی تیری صحرا تیرا
تنگیٔ مرقد میں یاد آیا	وہ دل کھول کے ملنا تیرا

خلق ہے مستِ اُلفت ساقی
دکھا دے ساغر و مینا تیرا

●

●

دیدۂ تر مجھے دریا دِکھلا
جوشِ وحشت کوئی صحرا دِکھلا

کعبۂ دل میں نہیں دخلِ صنم
بُتِ کافر کو کلیسا دِکھلا

باغباں باغ میں اپنے کوئی
قامتِ یار سا بُوٹا دِکھلا

دلِ وحشی کو ہے زُلفوں کا خیال
قیس کو جلوۂ لیلا دِکھلا

جھُوٹے وعدوں سے نہ اندھیر مچا
صبحِ صادق کا اُجالا دِکھلا

ہم کِنار آج ہے وہ بحرِ کرم
جگرِ تشنہ کو دریا دِکھلا

موجِ آغوش اُٹھا دے طوفاں
جوشِ اُلفت دِلِ شیدا دِکھلا

کسرِ نفسی ہو جو حاصِل تجھ کو
خلق کو شوکتِ کسرا دِکھلا

●

عالم ہے تیرے ہاتھ ذلیل و خراب کیا
سرکارِ عشق ہے تیری عالی جناب کیا
اہلِ نظر کو آئے نظارے کی تاب کیا
بیٹھے ہوئے ہو بام پہ تم بے نقاب کیا
دل ہٹ گیا بتوں سے خدا سے لگی ہے لَو
پیری میں یاد کیجئے عہدِ شباب کیا
دم بند ہو گیا جو کھلا ہم پہ رازِ عشق
اب ہم سے چاہتے ہو سوال و جواب کیا
یاں آرزوئے دید میں ہے دم الٹ گیا
تم منھ پہ ڈالے بیٹھے ہوئے ہو نقاب کیا
اللہ رے تمکنت نہیں کرتے کسی سے بات
اس منھ سے آپ دیں گے خدا کو جواب کیا
تا حشر عاشقوں کو ہے خوابِ عدم نصیب
ہے قہر آپ کی نگہہ نیم خواب کیا
دستِ خدا ہو ہاتھ پکڑ لیجئے میرا
رلتا رہوں میں خاک میں یا بوتراب کیا
ٹھوکر بھی مارتے نہیں وہ قبر پر میری
ہاتھوں سے اونکی ہے میری مٹی خراب کیا

دِل اُن کے پاس ہے وہ مرے دِل کے پاس ہیں
ہونے لگا قِران مہ و آفتاب کیا

کہہ دے یہ اُن سے کوئی یہاں دم ہوا ہے آج
دریا پہ دیکھتے ہیں وہ سیرِ حباب کیا

بھرتا رہوں دم آپ کا جب تک ہے دم میں دم
مجھ ناتواں سے اور ہو کارِ ثواب کیا

زُلفوں کی وصف میں تو بڑھایا ہے میں نے ہاتھ
پھر بے قصور اِس میں سرِ انتخاب کیا

آنکھوں نے میری عمر کا دفتر ڈبو دیا
اب اپنے زندگی کا بتاؤں حساب کیا

یارب یہ کس کے ذرّہ کا دِل میں ظہور ہے
ذرّے چمک رہے ہیں یہاں آفتاب کیا

دم یاد میں گذار کہ عیش ابد ہے یہ
تارِ نفس کے سامنے چنگ و رباب کیا

عارض نے تیرے پھینک گئے ہیں گُل کو نچوڑ کر
دعویٰ کرے پسینے سے تیرے گلاب کیا

جاں باز جاں نثار وفادار کہے خلق
وہ پوچھتے ہیں ہے تیرے لائق خطاب کیا

بے یار اہلِ بزم کو ہے اضطراب کیا
سوزِ کباب کیا کہیں جوشِ کباب کیا

عالم ہے چشمِ مست سے یکسر خراب کیا
ہے دورِ بیخودی تیرا عہدِ شباب کیا

مطلب کی بات یاد ہے درسِ کتاب کیا
خاموش رہ کسی سے سوال و جواب کیا

ہم چشم یار سے ہو نظارہ کی تاب کیا
خورشید اسکو دیکھ سکے بے نقاب کیا

جب ابتدائے عشق ہی میں کام ہو تمام
پھر کوئی ان کے فضل سے ہو کامیاب کیا

آنکھیں ہیں ڈبڈبائی ہوئی دل جلا ہوا
عاشق ترے دکھاتے لگے آب و تاب کیا

مدت کے بعد آئے ہیں تشریف لائے ہیں
دم لیجئے ٹھہریئے ذرا اضطراب کیا

بالا پڑا ہے سب کو میری آہ سرد سے
جو تھے فلک پہ رہ گئے کرے آفتاب کیا

بعد فنا بھی رنگ طبیعت رہی وہی
پھولا ہے مری خاکِ لحد سے گلاب کیا

دی ہے نگاہ مست کو اسکی جو دل میں جا
گھر میں تم آ تار و گے ہر دم شراب کیا

ہے فضل بے حد و ترا احسان بے شمار
یارب بتاؤں تجھکو میں اپنا حساب کیا

کہتے ہیں لطف سے وہ بتا اپنے دل کا حال
اظہار مدعا میں کسی سے حجاب کیا

آباد مرے دل کو تو کر اپنی یاد سے
یارب کروں میں مے کے مکانِ خراب کیا

دیوانگی ہے کوہ و بیاباں کی سیر ہے
دکھلائیں اہل شہر کو حالِ خراب کیا

ہم سے خفا ہیں خوش ہیں وہ غیروں سے دیکھئے
منظور اس میں چرخ کو ہے انقلاب کیا

ہیں اہل درد رونے کو روتے ہیں سب مگر
دل کی لگی بجھائے یہ چشم پر آب کیا

مدت سے بو ہے اور ہی اپنے دماغ میں
رہنے بھی دو کریں یہ عبیر و گلاب کیا

اُلفت کا درد ہے تو مرے سر سے مارے
لائیگا کوئی اپنے سوا اسکی تاب کیا

غواص بحرِ عشق جو ہیں صفا کہتے ہیں
دل کی صفا کے سامنے موتی کی آب کیا

اے خلق اب تو خوش ہیں وہ ہم سے خفا نہیں
دیکھیں پھر آگے ہوتا ہے کس دن عتاب کیا

بحرِ غم سے نہ مجھکو پار کیا
تو نے اک شب نہ ہمکنار کیا
چار آنکھیں ہوئیں تو اُس بُت نے
اک نظر میں مجھے دو سار کیا
دم شماری کے وقت بھی وہ نہ آئے
دشمنوں میں مجھے شمار کیا
کیوں مجرم وہ مجھکو ٹھہرائیں
حق نے پیدا گناہ گار کیا
لگ گئے گور کے کنارے خلق
اُس نے ہمکو جو در کنار کیا

کبھی عارض کو چمکایا بنایا
کبھی زلفوں کو سلجھایا بنایا
کبھی خورشید کو سایا بنایا
کبھی سایہ کو ہمسایہ بنایا
تری ہر اک ادا پر دل ہے قرباں
ترے صدقے بگاڑا یا بنایا
مٹایا مجھکو پھر جلوہ دکھایا
مرے نقصان کو سرمایہ بنایا

دیے گر عرش کو آثار عظمت
مرا دل اس کا ہمسایہ بنایا
کبھی کل جز کو اور جز کو کبھی کل
جو دل میں اس کے خلق آیا بنایا

زلف و روے یار کا سودا ہوا　　کافرِ دیندار کا سودا ہوا
چشمِ مستِ یار کا سودا ہوا　　ساقیِ خمار کا سودا ہوا
مثلِ بلبل کیوں نہ میں نالاں رہوں　　اُس گلِ رخسار کا سودا ہوا
ہمکو سیر باغ کی خواہش نہیں　　نکہتِ گلزار کا سودا ہوا
شوق پھر مجکو ہوا تلوار سے　　ابروے خمدار کا سودا ہوا
زلف و ابروے مژہ خالِ جبیں　　مجکو ان دو چار کا سودا ہوا
دردِ فرقت سے جو دل ہے مبتلا　　کس بتِ عیار کا سودا ہوا
پیچ سے قسمت کے چھوٹوں کس طرح　　گیسوے دلدار کا سودا ہوا
کیا غرض ظلِ ہما سے یار کے　　سایۂ دیوار کا سودا ہوا

خلقؔ لکھ اور اک غزل اس بحر میں
گر تجھے اشعار کا سودا ہوا

مبتلا اُس کا نہ میں تنہا ہوا — جس نے دیکھا جان سے شیدا ہوا

دوستو کس ماہ کا جلوہ ہوا — دِل مرا مثلِ کتاں پارہ ہوا

کیوں نہ ہوں اس جا خجل غلمان و حور — اُس پری کو حسن کا دعویٰ ہوا

کس طرح بھولوں میں اسمِ یار کو — لوحِ دِل پر جب سے کندہ ہوا

مندمل جز مرہمِ وصلت نہ ہو — زخمِ فرقت بھر مرا ہرا ہوا

یہ ادا و ناز یہ کبر و غرور — آپ ہی کے واسطے زیبا ہوا

دیکھ کر اُس گوہرِ دنداں کی تاب — منفعل گوہر ہوا ہیرا ہوا

قد نیز ناں کا تعشق ہے مجھے — مرتبہ میرا بہت بالا ہوا

گلشنِ ہستی سے اب دِل ہے اُچاٹ — میرے حق میں باغ بھی صحرا ہوا

کانپتے ہیں سُن کے اہلِ آسماں — جب کسی دِل ریش کا نعرہ ہوا

فہم میں کیا آئیگا مضمون خط — تر مرے اشکوں سے یہ نامہ ہوا

ترے کوچہ سے جو اٹھا ہے غبار نم مرے — خاکساروں کیلئے سُرمہ ہوا

ہم سے کہتا تھا کہ ہاں اچھا نہیں — راز تیرا دیکھ اب افشا ہوا

یاد آیا ہے کوئی گلگوں قبا — پھر ہمارا غنچۂ دِل وا ہوا

دیکھ کر تصویر کو محبوب کی
محو حیرت خلق آئینہ ہوا

یہ کیوں ہوگیا دل کو سودا کسی کا
نہ لینا کسی کا نہ دینا کسی کا

سہا مدتوں ظلم بے جا کسی کا
یہ دل تھا کسی کا کلیجہ کسی کا

ہے بے جا مرے دل پہ دعویٰ کسی کا
کسی پر نہیں اور جلتا کسی کا

رہا کرتے ہو اپنی صورت پہ نازاں
ابھی آپ نے دل نہ دیکھا کسی کا

ہے پیش نظر کوہ و صحرا میں اپنے
وہ کوچہ کسی کا محلہ کسی کا

کبھی منقبض دل کبھی ہے شگفتہ
کسی باغ کا گل ہے غنچہ کسی کا

بنا وہ میرا مجکو اپنا بنایا
نہ تھا کوئی میرا نہ میں تھا کسی کا

کہیں زور وحشت کہیں جوش رقت
بیاباں کسی کا ہے دریا کسی کا

جو رہتا ہے برگشتہ اہل وفا سے
چلن تو نے اے چرخ سیکھا کسی کا

ڈراتے ہو کیا تیغ ابرو سے ہمکو
نہیں جان پر اپنی قبضہ کسی کا

ہے ہم سے وہ ہو کے غیروں سے برہم
کسی کا بنا کام بگڑا کسی کا

نکل پڑتی ہیں کیوں محبت کی باتیں
مگر چھید گیا ہے کلیجہ کسی کا

ہمارا ہے دین اور ایمان اے خلق
محبت کسی کی تولا کسی کا

وہ موسمِ شباب وہ ہنگام ہو چکا — آگے خدا کا نام ہے اب کام ہو چکا

سو بار اُس گلی میں یہ اعلام ہو چکا — جو سر دیا اُسی کا سرانجام ہو چکا

پھر ہم وہی ہیں پھر وہی محفل ہے یار کی — تیرا ہی دورِ گردشِ ایام ہو چکا

غیروں کے طعن دل کا گلہ اُن کی جھڑکیاں — میں ہر طرح سے موردِ الزام ہو چکا

اب فضل کی اُمید ہے تیری جناب میں — کیا کیا نہ ہم پہ واہبِ اقسام ہو چکا

غفلت کی نیند سے کروں فتنے جگا چکی — آرام گر یہی ہے تو آرام ہو چکا

قسمت کو اوج دیکھئے کس دن نصیب ہے — وعدہ تو آج اُن سے لبِ بام ہو چکا

دوگانیاں تو کیوں نہ کروں شکر آپ کا — میں بھی حضور لائقِ انعام ہو چکا

ملنے کا کچھ اجل ہی سے رستہ نکالئے — اب یاد ہے تو نامہ و پیغام ہو چکا

کیوں رات دن سر اپنا پٹکتا ہے برہمن — اے بے شعور تجھ سے وہ بت رام ہو چکا

کس ناز سے وہ کہتے ہیں کشتہ کی لاش پر — اسکی تو قدر ہو چکی اکرام ہو چکا

اب کون سے حرم کو چلیں کیا کریں بتا
اے دل طوافِ کعبہ و احرام ہو چکا

عارضِ رنگیں ہے ان کا لاجواب
گُل کو دے اے بُلبلِ شیدا جواب

تیڑی تیڑی عشق کی آمد ہوئی
عقل و دانش کو ملا سیدھا جواب

شمع کافوری نظر آیا مجھے
شعلہ رو کی سرد مہری کا جواب

انتظارِ نامہ بر ہے حالِ نزع
یا پیامِ موت آئے یا جواب

ہے غبارِ خاطرِ آوارگاں
زُلفِ جاناں کا جو میں سوچا جواب

کج نگاہِ یار کا کشتہ ہوں میں
جلد لائے نامہ بر سیدھا جواب

سو جگہ مضمون مکرر ہو گئے
نسخۂ الفت میں جب لکھا جواب

آتشِ عشقِ ادراک میں خستہ تن
نارِ دوزخ کا ہوا تپش کا جواب

دیکھتے ہی جان میں جان آ گئی
زندگی بخش آپ کا آیا جواب

خلق اپنا دل ہے مرآتِ ازل
ہو سکے کس منہ سے آئینہ جواب

رو برو دیدۂ مژگاں ستم ایجاد ہیں سب
جگر و سینۂ و دل شاکی بیداد ہیں سب

جتنے خوبان جہاں ہیں ستم ایجاد ہیں سب
بے مروت ہیں جفا پیشہ ہیں جلاد ہیں سب

ان کو کچھ غم نہیں ناشاد ہیں یا شاد ہیں سب
یہ تو وہ جان چلے لائق بیداد ہیں سب

رنگ و بو سے ترے اے گل چمن آباد ہیں سب
جیسے بلبل شیدائے ہمیں یاد ہیں سب

خط میں اپنے جو لکھے شکوۂ بیداد ہیں سب
حرف نامہ کے نہیں جوہر فولاد ہیں سب

آدمیت کا جہاں میں نہیں ملتا ہے نشاں
میں تو دیوانہ ہوں انسان پری زاد ہیں سب

کیا ہوا خاک حصول انکی ہوا خواہی میں
خاک ہم ہو گئے اور محنتیں برباد ہیں سب

کرتے ہیں دشت نوردی میں علاج وحشت
خار صحرائے جنوں نشتر فصاد ہیں سب

چشم میگوں کے اشاروں سے نہ غافل ہو دل
یاد رکھ پیر خرابات کے ارشاد ہیں سب

بے تکلف وہ بچھا کرتے ہیں کھولے ہوئے بال
اب تو زلفوں کے گرفتار بھی آزاد ہیں سب

بھولے بھٹکے تو کبھی آ نکل اے اشک پری
کوہ و صحرا ترے دیوانوں سے آباد ہیں سب

جلوے اتنے ہی ترا اے غیرت خورشید دکھا
تارے جتنے شب ہجراں میں گنے یاد ہیں سب

رہتی ہے اندنوں ساقی کی عنایت کی نظر
آجکل جتنے خرابات ہیں آباد ہیں سب

کچھ عجب رنگ زمانے نے دکھایا ہم کو
جو ہوا خواہ ہیں اس گل کے وہ برباد ہیں سب

(بجھا) خورش نگاہوں سے نہ دکھا چشم حصولِ مطلب
انکو آہو نہ سمجھنا کہیں صیاد ہیں سب

حلقۂ دام ہیں یا خانۂ زنجیر و قفس
مقدمِ فصلِ بہاری سے گھر آباد ہیں سب

جلوے ہر وقت نئے اور تماشے ہیں نئے
نوجواں زیب دہِ عالمِ ایجاد ہیں سب

سخت جانی سے گلہ ہے مرضِ فرقت میں
گھونٹ پانی کے مجھے شربتِ فولاد ہیں سب

آئے ہیں دور سے محتاجِ عنایات و کرم
یا رسولِ عربی طالبِ امداد ہیں سب

اپنے ایمان کی صورت ہمیں آجائے نظر
طالبِ معجزۂ حسنِ خداداد ہیں سب

مانگتے آئے ہیں گیسوئے معنبر کی خیر
اپنے بندوں میں گنیں آپ تو آزاد ہیں سب

کیا کہوں کون ہیں اس درگہِ اقدس کے غلام
ہیں قطب غوث ہیں ابدال ہیں اوتاد ہیں سب

خلق صاحب تمہیں ہم جانتے ہیں مانتے ہیں
حضرتِ فیض کے شاگرد بھی استاد ہیں سب

گر مقابل ہو مرے رشکِ قمر سے آفتاب
تھرتھرا کر گر پڑے گا چرخ پر سے آفتاب

تنگ آیا عشق میں سوزِ جگر سے آفتاب
گو بجھائے آگ اپنی چشمِ تر سے آفتاب

بال باندھا ہے نشانہ اس خدنگِ ناز کا
کیا بچا سکتا ہے اپنے کو سپر سے آفتاب

دن ڈھلا پھر وصل کی تیاریاں ہونے لگیں
ٹل گیا گویا بلا کیطرح سر سے آفتاب

یہ نہیں تارِ شعاعی بال ہوتے ہیں کھڑے
کانپتا ہے ڈر کے اس بیداد گر سے آفتاب

سر نکالے پھر نہ مشرق کے جھروکے سے کبھی
گر ملائے آنکھ اس نورِ نظر سے آفتاب

بار پاتا ہے کہیں خلوت سرائے یار میں
سر کو ٹکرایا کرے دیوار و در سے آفتاب

ہے چراغِ صبح اس خورشید طلعت کے حضور
منفعل ہے اس فروغِ بے اثر سے آفتاب

نقشِ پا کی طرح ہو جاتا مقیمِ کوئے یار
کاش تھک کر بیٹھ رہتا اس سفر سے آفتاب

جستجو میں کس کے پھرتا ہے نہیں معلوم خلق
شام تک رہتا ہے گردش میں سفر سے آفتاب

تیغ ابرو کے ہیں دِل پر وار سب ۔۔۔ تیر مژگاں ہیں جگر کے پار سب

حجتِ واضح ہے رُخ اِس یار کا ۔۔۔ کرتے ہیں کیوں بحث اور تکرار سب

جس کو تلواریں لگائیں یار نے ۔۔۔ وہ پڑے اپنے ہی دل پر وار سب

زُلف تیری گر ہندسہ دیکھ لیں ۔۔۔ وہ پڑے اپنے ہی دل پر وار سب

بڑھ گئی حد سے تمہاری جھانک تانک ۔۔۔ اب تو چھلنی ہو گئی دیوار سب

نرد کی صورت بساط دہر سے ۔۔۔ کیا چلے ہیں اپنی بازی ہار سب

اِس رُخِ روشن پہ کب جمتی ہے آنکھ ۔۔۔ اُلجھے رہتے ہیں نظر کے تار سب

تیرا نقشہ ہم نے آگے رکھ لیا ۔۔۔ پھر کیا طے راستہ دشوار سب

دیندار اے بُت اگر دیکھیں تجھے ۔۔۔ اللہ اللہ کہہ اُٹھیں اکبار سب

ہے یہی بس کوئے قاتل کا پتہ ۔۔۔ واں چلے آتے ہیں مارا مار سب

روئے روشن سے جو سرکی زُلفِ یار ۔۔۔ کھل گئیں آنکھیں ہوئے بیدار سب

قامت و عادت کا انکی وصف ہے ۔۔۔ سیدھے سادھے ہیں مرے اشعار سب

خلق صاحبِ دِل کہاں پر کھو دے
ڈھونڈ آئے کوچہ و بازار سب

کیا حال سناؤں جانِ من اب
پُرغاستہ دل ہے خستہ تن اب

اُلفت کا ہے اُنکی گرم بازار
ہے درہم داغ کا چلن اب

جلوہ ہے شاہدِ یقین کا
کوسوں ہوئے دور وہم و ظن اب

اللہ رے بات کی نزاکت
ہے تجھ سے تیرا سخن اب

دیکھی ہے جو اُن کی جامہ زیبی
ٹکڑے ٹکڑے ہے پیرہن اب

زلفوں میں پھنسا نگہ کا وحشی
آہو کے ہے پاؤں میں رسن اب

کردے کہیں صاف راہِ اُلفت
پتھر سر کا دے کوہکن اب

گر قتل میں ہے خوشی تو یہ ہے
ہم رنگ ہے اپنا گلبدن اب

سو رنگ بدلتے ہیں ہمارے
دکھلاؤ نہ ہم کو نورتن اب

تُربت پہ وہ رشکِ مہر آیا
مدفن کی گیاہ ہے کرن اب

کیوں سر نہیں اس جگہ جھکاتے
دشمن کھائیں گے سر پہ گھن اب

گر ہوش میں لاتے ہیں تو آجا
دیوانہ بناتے ہیں تو بن اب

طیبہ طیبہ پکارتا ہوں
یاد آیا ہے مجھے وطن اب

ستار کی بس ہے پردہ پوشی
درکار نہیں مجھے کفن اب

دیتا ہے وصل کی بشارت
اے خلق مرا شکستہ پن اب

اگلی سی توجہ نہیں وہ بات نہیں اب
رُخ اِس طرف اے قبلۂ حاجات نہیں اب
یامردی اقبال وہ ہیہات نہیں اب
قدموں کو پہنچا ہی مرا ہات نہیں اب
عشاق سے وہ رمز کنایات نہیں اب
اِس چشم فسونگر کے اشارات نہیں اب
اس اشک قمر سے جو ملاقات نہیں اب
آرام سے کٹتی ہی کوئی رات نہیں اب
ہے کوچہ جاناں کی ہوا خلق کے دِل کو
ہر حال میں تنہا ہے کوئی ساتھ نہیں اب

عاشق کی خاک اڑائیے نہ یوں بے قصور آپ
دو دن کی اس ہوا پہ نہ کیجئے غرور آپ

دکھلا رہے ہیں جلوۂ غیب و حضور آپ
نزدیک ہو کے مجھ سے رہے دور دور آپ

ناز و ادا پہ اپنے نہ کیجئے غرور آپ
فضل خدا سے رکھتے ہو عقل و شعور آپ

ہر جا نیا ہی کرتے ہو اپنا ظہور آپ
دلمیں سرور ہو مری آنکھوں میں نور آپ

ہر اک بشر سے رہتے جو دور دور آپ
فرمائیے یہ ہم سے پری ہو کہ حور آپ

عنقا ہے مرغ دل یہ کب آیا کسی کے ہاتھ
یوں تو کیا ہی کرتے ہو صید طیور آپ

مرتا ہے گر کوئی تو وہ مرجائے غم نہیں
عاشق گنہگار ہیں اور بے قصور آپ

دل کی لگی کبھی جو ہماری عجب نہیں
قدرت سے اپنی کرتے ہیں چشمہ تنور آپ

سنتے نہیں ہیں بات کسی کی تو خیر اب
نالے سنا ہی کیجئے تا نفخ صور آپ

دھوکا ہوا ہے مجھکو وصال و فراق میں
خط کا جواب لکھتے ہیں بین السطور آپ

کچھ حال دل نہیں ہے چھپا آپ سے مرا
سب جانتے ہیں غیب کی باتیں حضور آپ

اے خلق ان بتوں سے رہیں آپ دور دور
کیجئے نہ اپنا شیشۂ دل چور چور آپ

آیئے یا مجھے بلوایئے آپ
دل کو اس درجہ نہ ترسایئے آپ

مرے نالوں پہ اگر ہنستے ہیں
اک ذرا صاد کئے جایئے آپ

بس یہی ہے مرے نامہ کا جواب
چھوڑ قاصد کو چلے آیئے آپ

راستہ زلف کا ہے تیرہ و تار
شمع رخسار تو دکھلایئے آپ

دیکھنا جان سے اُٹھ جائیں گے
پاس غیروں کو نہ بٹھلایئے آپ

مجھ سا عاشق نہ ملیگا کوئی
سارے عالم میں جو ڈھنڈوایئے آپ

زخم کو مرے نہیں گر مرہم
کوئی تیزاب ہی ٹپکایئے آپ

راہ سیدھی ہے یہی منزل کی
اپنی ہستی سے گذر جایئے آپ

دیکھو اچھی نہیں یہ دل شکنی
گھر کو اللہ کے مت ڈھایئے آپ

خلقؔ فرقت میں ہے یہ چال اچھی
ہاتھ سے دل کے نکل جایئے آپ

کیوں نہ تاریکئ ظلمت ہو عدم آج کی رات

جلوہ آرا ہوا وہ نورِ قدم آج کی رات

ہوئے پیدا وہ شہِ کون و مکان ختمِ رُسل

سرورِ اہلِ عرب اور عجم آج کی رات

رونق افزا ہوئے وہ باعثِ شادی و طرب

دافعِ درد و غمِ رنج و الم آج کی رات

جلوۂ نور ہے فرش سے تا عرشِ بریں

کیا منور ہے جہاں حق کی قسم آج کی رات

گُلِ گلزارِ رسالت کی ہے میلاد کی دھوم

باغِ عالم ہے عجب رشکِ ارم آج کی رات

بادۂ اُلفتِ حضرت سے جہاں ہے مخمور

نشۂ شوق میں ہیں قیصر و جم آج کی رات

اس سہی قد کا ہوا گلشنِ ہستی میں ظہور

سرِ خلائق کے ہیں تسلیم میں خم آج کی رات

شبِ میلاد سے بہتر ہی نہیں کوئی شب

لیلۃ القدر بھی ہے قدر میں کم آج کی رات

نعرہ زن وصف میں ہے جس کے یہ جبرئیلِ امیں

کیا فضیلت ہو بھلا تجھ سے رقم آج کی رات

نکہتِ زلف پیمبر کا ہو کیا ہم سے بیاں

جسکی خوشبو سے معطر ہے حرم آج کی رات

خلق اس سانعِ محشر کے تصدق سے یقیں

ہیں غنی مایۂ الطاف سے ہم آج کی رات

وہ چہ نامِ عمر فاروق است چہ مقامِ عمر فاروق است !!!

چرخ رامِ عمر فاروق است عرش بامِ عمر فاروق است

اثر وحیِ الٰہی ظاہر از کلامِ عمر فاروق است

منتشر در ہمہ آفاق وجہات فیضِ عامِ عمر فاروق است

ایں تراویح کہ شد راحتِ ما اہتمامِ عمر فاروق است

ہر کہ را ساغرِ شرع است بکف مستِ جامِ عمر فاروق است

اینکہ از شوکتِ دین می بینی انتظامِ عمر فاروق است

ہست اے خلق بجانم سوگند
دلِ غلامِ عمر فاروق است

واقف راز خدا گو شیخ ما است — حافظ و سید محمد بادشا است
آنکه ما گم گشتگان را رہنما است — مرشد ہادی ولی با صفا است
عارف واصل جناب محترم — صوفی و صافی خدا را آشنا است
خواه از حق بہر او قرب و رضا — آنچه از ما می رسد او را دعا است
اے خداوند کریم ذو المنن — گر تو حاجت خواه ہر شاہ و گدا است
وَاجْزِهٖ یَا رَبَّنَا خَیْرَ الْجَزَاءِ — اے کہ لطف عام تو بے انتہا است
دار او را در جوار لطف خویش — کن عطا از فضل او را ہر چه خوا است
جمله آل و پیروانش را خدا — دار با ایمان و دین بر راه راست
ہم نکوئی کرد او با دشمنان — ہمچو او دید دوستان تحقیق کجا است
از گناه ما گنہگاران مپرس — از تو انعام و کرم از ما خطا است
مختصر کن خلق زینجا قصه را — در ثنایش ہر چه بر خوانی بجا است

التجا از کس نماید غیر تو
خلق را از تو ہمیں یک التجا است

●

وصل کی رات ہی نہ دیکھی رات
ہائے وہ سانولی سلونی رات

زلف و رخسار سے جو سَر کی رات
دن سے بڑھ کر ہماری چمکی رات

زُلف میں اِن کے دل ہے سرگرداں
دشتِ غربت ہے اور اندھیری رات

عیش و عشرت ہے روز اپنے لئے
کالے کوسوں ہے دورِ غم کی رات

غیر اپنے دنوں کو روتے ہیں
ہے ہماری ہنسی خوشی کی رات

ہائے کیا نیند سوتے ہیں یہ لوگ
عاشقوں کی پلک نہ جھپکی رات

وہ سماں وصل کا ہے پیشِ نظر
یاد آتی ہے آج کل کی رات

صبح تک اِنتظار میں گذری
ہم نے اِس طرح سے بسر کی رات

رَنجِ دوری ہے دردِ تنہائی
دِن سے بھاری ہے مجھکو دونی رات

دھوپ میں ہم نے سَر سفید کیا
عمر بھر وصل کی نہ دیکھی رات

صبح تک ہم بھی ہو گئے آخر
صورتِ شمع اپنی گذری رات

دردِ دِل یار کو سُنایا سب
خوب نکلی بھڑاس دل کی رات

کیا قیامت بپا ہو دیکھئے کل
آج تو گور کی ہے پہلی رات

خلقِ گلشن میں لطف تازہ ہو !
غنچہ کی جب صبا سے چٹکی رات

اللہ اللہ رونق حسن و صفائے کوئے دوست
ماہ و خورشام و سحر ہیں جبہ سائے کوئے دوست

یہ سنی ہے ہم نے رضواں سے ثنائے کوئے دوست
رشک حور خلد ہے ہر خوش ادائے کوئے دوست

بہلے مجھ وحشی کا دل کیونکر سوائے کوئے دوست
راس ہے بیمار الفت کو ہوائے کوئے دوست

لکھتے ہیں اس بادشاہ حسن و خوبی کی صفت
طائر مضمون ہے اپنا ہمائے کوئے دوست

جو نشے ہے سنگ ریزہ کو جواہر سے فزوں
ہر جڑی بوٹی کو کہئے کیمیائے کوئے دوست

کیوں نہ گھر بیٹھے مجھے حاصل پرستاں کی ہو سیر
دل بنا آئینہ صورت نمائے کوئے دوست

باتیں ہیں شیریں لبوں کی قم باذنی کی صدا
اشک عیسی ہے ہر اک معجز نمائے کوئے دوست

ہدیۂ جاناں ہوئی جان حزین بیقرار
نذر ہے یہ مشت خاک بے نوائے کوئے دوست

خاک نے آغوش میں ہمکو سلایا چین سے
مر گئے ہم دیکھ کر رسم وفائے کوئے دوست

کوئی کہے کچھ بھی لیکن ہم تو کہتے ہیں یہی
دل فدائے دوست ہے اور جان فدائے کوئے دوست

کیوں نہ بن جاؤں ہمہ تن گوش میں گل کی طرح
کان میں آتے ہیں پیہم نغمہ ہائے کوئے دوست

دور افتادہ چمن سے ہمصفیروں سے جدا
خلق ہوں میں عندلیب خوش نوائے کوئے دوست

آن مُحبِ شوخ دلربائے من است | شاہدِ عشق من خدائے من است

یک نگاہت بس است اے صیاد | مژدہ ات ناوکِ قضائے من است

در گدا نیست رُتبۂ شاہی | سایۂ کفشِ تو ہمائے من است

نیست اے خضر ہیچ کار بتو | جذبۂ شوق رہنمائے من است

دولتِ عشق یار شد ہمدست | گنجِ قارون زیرِ پائے من است

وسعتِ عیش را نمی طلبم | خانۂ تنگ دل کشائے من است

ہست براوج اختر طالع | بر سرِ لطف مہ لقائے من است

در جنوں چیست فکرِ عریانی | دامنِ کوہ خوش عبائے من است

از نظر تا برفت آئینہ رو | زنگ بر خاطر صفائے من است

طرز بیگانہ گیت گشت مرا | کیست گو راز آشنائے من است

نعمتِ حسن گر تو می داری | لذتِ عشق ہم برائے من است

گشتہ از جملہ خلق بے پروا | مایۂ فقر کیمیائے من است

نالہ ام شورِ وجد می دارد | چرخِ گردوں پُر از صدائے من است

می شود از تکلفم تکلیف | صفحۂ خاک بوریائے من است

تشنۂ آبِ وصل کشتہ شدیم | کوچۂ یار کربلائے من است

شام وصلش نصیب ما بادا | ہر سحرگہ ہمیں دعائے من است

غمِ عشقِ تو فاش می گوید
در دلِ خلق نیک جائے من است

●

اے بتو ہم سے خفا کیا باعث / صاف کہدو بخدا کیا باعث

تم جو مانے ہو برا کیا باعث / کچھ تو فرماؤ بھلا کیا باعث

رات وعدہ تھا نہ لائے تشریف / کیا سبب ماہ لقا کیا باعث

باتیں کرتے ہیں وہ روکھی پھیکی / مجھ کو ملتا ہے مزا کیا باعث

کس کی خود بینی پہ غش ہوں اے دل / ناک میں دم ہے مرا کیا باعث

غمزہ و ناز و ادا و رفتار / قتل کے ہیں مرے کیا باعث

کسکی زلفوں کا ہے سودا مجھکو / ہوں میں اوسان خطا کیا باعث

پاؤں پڑھ کر انہیں سمجھا نہ سکے / ہاتھ سے کچھ نہ ہوا کیا باعث

الاماں دیدۂ خوں افشاں سے / رنگ ہے آج نیا کیا باعث

کس کے غم میں ہیں پریشاں سرکار / بکھری ہے زلف رسا کیا باعث

کسکی رفتار کا ہے ذکر چلا / ہے قیامت جو بپا کیا باعث

ہوئے عشاق زمیں کے پیوند / آسماں ٹوٹ پڑا کیا باعث

کان تو کھل گئے پر اے غفلت / چشم عبرت نہیں وا کیا باعث

باغباں اس گل رعنا کا ہمیں / نہیں ملتا ہے پتا کیا باعث

کس خوش اطوار پہ مرتے ہو خلق
تم ہو جینے سے خفا کیا باعث

اُس نے دل چھین لیا کیا باعث
کچھ مرا بس نہ چلا کیا باعث

بے وفا عشق کا دم بھرتے ہیں
ہیں خموش اہلِ وفا کیا باعث

کس نے بھولے سے مجھے یاد کیا
دل مرا دوڑ پڑا کیا باعث

کس تماشہ گہِ دنیا میں کبھی
دل ہمارا نہ لگا کیا باعث

وضع سادی ہے تو بھولی باتیں
وہ بنے ہوش رُبا کیا باعث

جان تک اُن سے نہ کی ہم نے دریغ
پھر وہ کرتے ہیں گلا کیا باعث

وہ بُتِ شوخ ہمارے گھر کا
راستہ بھول گیا کیا باعث

عرضِ مطلب کو زباں اُٹھ نہ سکی
اپنا دم بند ہوا کیا باعث

موسمِ گل کی ہوا سے بھی مرا
غنچۂ دل نہ کھلا کیا باعث

چل بسے اپنے ہوا خواہ تمام
بدلی عالم کی ہوا کیا باعث

اپنا اے خلق شبِ وصل میں بھی
دل دھڑکتا ہی رہا کیا باعث

اِس گلشنِ عالم میں نہیں کل کی خبر آج
کل تھے جو چمن میں وہ ہیں صیاد کے گھر آج

ہے گرمیٔ اُلفت کا عجب تیز اثر آج
خورشید فلک سے اُتر آیا مرے گھر آج

کس بحرِ لطافت کی پھری مجھ سے نظر آج
تھمتے ہی نہیں جوش پہ ہیں دیدۂ تر آج

مدّت میں ہوا ہے ترے گلشن میں گذر آج
اُلجھی ہوئی باتیں نہ کرے سنبل تر آج

سر یار کے زانو پہ ہے اور رخ پہ نظر آج
اے خلق جو اک دن تجھے مرنا ہو تو مر آج

تمہاری چال وہ سب کے دلوں کو بھائی آج
کہ ہوش و عقل کو ہر ایک نے رہ بتائی آج

دکھا رہے ہو عجب شانِ دلربائی آج
کہ دنگ ہے تمہیں سب دیکھ کر خدائی آج

یہ کیسی رات فلک تو نے ہے دکھائی آج
نہ چاند میں ہے نہ تاروں میں روشنائی آج

اجل بھی ڈھونڈھ کے ہر سو چلی گئی مجھ کو
ترے فراق نے وہ شکل ہے بنائی آج

جو چاہتا ہے کہ کل ہو کے دن بھلا تیرا
کسی سے اے دلِ ناداں نہ کر برائی آج

اُٹھیں گے جھومتے خاکِ لحد سے محشر میں
وہ ہم کو ساقیٔ کوثر نے ہے پلائی آج

کوئی تو پوچھنے آتا مریضِ اُلفت کو
نہ آئے وہ تو بھلا کیوں اجل نہ آئی آج

ادا سے کہتے ہیں وہ سن کے میرے مطلب کو
جو بات دل میں چھپی تھی زباں پہ آئی آج

میں جانتا ہوں کہ ہیں آپ آشنا صورت
مجھے اور شکل سے دیتے ہو گو دکھائی آج

اڑا ہی لائیں گے اُس گل کو جس روش پر ہو
طبیعت اپنی تو آندھی کی طرح آئی آج

نہ خون دیدۂ جام شراب میں اترے
ہماری بزم میں ساقی کی یاد آئی آج

نصیب جاگ اُٹھیں گے یہ اس کی ہے تعبیر
جو ہم نے خواب میں آہٹ کسی کی پائی آج

ہمیں وہ دیکھ کے خواب عدم میں کہتے ہیں
خدا کا شکر ہے تم کو بھی نیند آئی آج

اُڑے گی خاک ہماری زمیں سے چرخ تلک
کسی نے پھر تری بارات جو اُٹھائی آج

اُچھل رہا ہے تنِ زار غم سے دو دو ہاتھ
لگی ہے اس کی مری کس بلا کی ٹھائی آج

اُتر گیا ہوں میں اے خلق کس کی نظروں سے
کہ فوجِ اشک نے کی مجھ پہ ہے چڑھائی آج

مجھ سے کہتے ہیں وہ آنکھ لڑانا سچ مچ
ہم سمجھتے نہیں آنکھوں کا بھرانا سچ مچ

رونے دھونے میں کٹا اپنا زمانہ سچ مچ
دھار تلوار کی ہے اشک بہانا سچ مچ

یاد ہے رُخ کو ترے آگ لگانا سچ مچ
زُلف نے سیکھ لیا پیچ میں لانا سچ مچ

آگ لینے بھی نہ آئے وہ کبھی میرے گھر
یاد اِن شعلہ رخوں کو ہے جلانا سچ مچ

مجھ سے کہتے ہیں سُنے یُوں تو بہت افسانے
آپ بیتی تو کوئی ہم کو سنانا سچ مچ

ہے جو منظور رہا خواہی اغیار تمہیں
خاک آنکھوں میں نہ یوں ڈال کے جانا سچ مچ

ہوش میں لاتے ہو بیہوش کبھی کرتے ہو
گر بنانا ہو تو دیوانہ بنانا سچ مچ

صنم گر کھیلتے ہو آنکھ مچولا ہم سے
پر یہ ہے شرط کہ صورت نہ چھپانا سچ مچ

ایکدن اپنے بھی آنکھوں سے نکل جائیگی جاں
جان سے کھوئیگا آنکھوں کا لڑانا سچ مچ

جب انہیں دیکھتے ہیں آگ بگولا ہی بنے
دل جلانا ہے کبھی خاک اُڑانا سچ مچ

خانہ برباد بتائے کوئی کیا اپنا پتہ
پوچھئے دل سے ذرا میرا ٹھکانا سچ مچ

عقل والوں کو بھی دیوانہ بنا رکھے ہو
سب ہیں نادان مگر آپ ہیں دانا سچ مچ

دیکھتے دیکھتے پتھرا گئیں آنکھیں اے خلق
تیرِ مژگاں کا بنا ہوں میں نشانہ سچ مچ

ان بتوں کے دل بے رحم ہیں روڑے پتھر
آہ و نالے کو بھی ہو جاتے ہیں گھوڑے پتھر

سخت جانی میں جو ہم سنگ ہیں روڑے پتھر
مجھ سے وحشت میں کبھی منہ اپنا نہ موڑے پتھر

ہر طرف سے جو چلے آتے ہیں روڑے پتھر
راستہ صاف ہے دوڑاتے ہیں گھوڑے پتھر

سخت باتوں سے بھی آ جاتا ہے کچھ صبر مجھے
آ کے چھاتی پہ وہ دھر جاتے ہیں تھوڑے پتھر

آجکل خانۂ وحشت کی بنا پڑتی ہے
اس عمارت کیلئے چاہیے تھوڑے پتھر

بوجھ وحشت میں جو ہم نے لئے پھرتا ہوں
بن گئے اب تو مرے ہاتھ کے پھوڑے پتھر

آستاں ہو جو کسی وقت تمہارے در کا
پھر جدائی میں نہ کیوں سر کو وہ پھوڑے پتھر

ہائے کمبخت میں کس کس لئے سر پھوڑوں
دل میں ارمان بہت وحشت میں تھوڑے پتھر

جس طرف جائیں نہتے ہی وہ کرتے ہیں شکار
نہ تفنگ اور نہ بارود نہ روڑے پتھر

صدمۂ ہجر سے عشاق پہ کیا کیا گذری
گھل گئے غم میں بہت ہو گئے تھوڑے پتھر

وہ دل سخت کسی کا وہ کسی کی زلفیں
دل پہ عشاق کے برساتے ہیں کوڑے پتھر

صاف دل بنکے محبت میں کیا نرم اسے
شعبدہ دیکھئے آئینہ سے پھوڑے پتھر

رخنہ انداز کسی کے بھی نہیں وصل میں ہم
دل تو دل ہے کبھی ہم نے نہ توڑے پتھر

کھائے ٹھوکر تو کوئی الفت میں نہ مجھ سا وحشی
اب تو لڑکوں نے کہیں راہ میں نہ چھوڑے پتھر

ڈھیر ہے رنج و مصیبت کا محبت اسکی
عمر بھر ڈھوئے اسکو نہیں تھوڑے پتھر

ہر طرف دفن کا سامان کئے جاتے ہیں
خاک اڑا آیا کئے لڑکوں نے جو چھوڑے پتھر

یہ تو پھر ہم سے نہ ملنے کی قسم کھا بیٹھے
ایسے قسموں کی بھلا کیا کوئی توڑے پتھر

آتشِ عشق جو بھڑکے پسِ مردن اپنی
پانی پانی ہو وہیں قبر کے روڑے پتھر

روئے یار اُ ہمیں نظر آئے جو آئینہ کی شکل
دیر و کعبہ میں کوئی ایک نہ چھوڑے پتھر

صدمۂ ہجر میں دیکھے جو کلیجہ میرا
پھر رفاقت سے مرے منہ کو موڑے پتھر

مار ڈالا ہے مجھے سنگ دلی نے اُسکی
رکھئے پھولوں کے عوض قبر پہ روڑے پتھر

انہیں باتوں نے تو دیوانہ بنا رکھا ہے
ہاں کہے جاؤ پڑھیں تجھ پہ نگوڑے پتھر

اُن کی دہلیز بنے یہ نہیں ممکن ہرگز
سر کو سو بار اگر شوق میں پھوڑے پتھر

مرے بُت سا تو بنا کوئی برہمن تجھکو
بُت بنائے بہت اور سینکڑوں توڑے پتھر

ٹھوکروں ہی میں رکھا تو نے بس اے خوش رفتار
ترے نزدیک ہم انساں ہیں کہ روڑے پتھر

شہر سے بھاگ کے صحرا کو نکل جاؤں میں
ہو گئے اب تو مرے پاؤں کے گھوڑے پتھر

موت میں پائی ہے کچھ ہم نے حلاوت ایسی
قبر کے چاٹتے رہتے ہیں ملوڑے پتھر

جذبِ وحشت کا اثر کہتے ہیں اسکو اے خلق
قبر میں بھی مری سنگت کو نہ چھوڑے پتھر

میل دل ہے وہ صاف طلعت پر — جان کھوتا ہوں اُس کی رنگت پر

جب سے بھائی ہے عشق کی ذلت — خاک ڈالی ہے میں نے عزت پر

چشم ساقی نے اک نگاہ نہ کی — بادہ پیمائے رنج و آفت پر

آپ کا گھر ہے دل میں آ رہیئے — پاسباں ہوں میں قصرِ دولت پر

نہ کھلی آنکھ اب تلک افسوس — خاک پڑ جائے ایسی غفلت پر

مرے گھر میں ہے وہ مہ خوبی — بخت میرا ہے اوج عزت پر

ہم کو بے وجہ دیتے ہو دشنام — آفریں آپ کی شرافت پر

میرے تابع ہیں جن و انساں سب — آج ہوں عہدۂ حکومت پر

ساکن کوئے یار کب اے شیخ — دل لگاتے ہیں باغ جنت پر

خار ہے جس کے سامنے رگِ گل — جسم اس کا ہے کس نزاکت پر

رحم آیا نہ تجھکو اے ظالم — آہ و زاری پہ مری رقت پر

خلق ہر شعر سے مرا نازاں
حضرت فیض کی عنایت پر

عجب وہ رنگ لائے پان کھا کر — ہر اک سے کرتے ہیں باتیں چبا کر

کسی کا وہ تڑپنا زخم کھا کر — کسی کا منہ پھرانا مسکرا کر

کہاں سب چھپ گئے صورت دکھا کر — یہ کیوں چپ ہو گئے ہیں غل مچا کر

دلِ ناداں کو وہ وحشی بنا کر — گئے ہیں اپنے گھر جادو چلا کر

بتا دو وصل کی صورت بھی کوئی — چلے ہو تم کہاں آنکھیں لڑا کر

مروت میں محبت میں وفا میں — ہمیں سو بار دیکھو آزما کر

نشانہ بن گیا آخر میں اُن کا — مقدر رہ گیا سینے پہ آ کر

سدھارو ڈھونڈے ڈھونڈے اپنے گھر تم — کروگری نہ ہم سے دل لگا کر

پڑا پایا ہے دل اُس نے کسی کا — جو دیکھا خاک میں اسکو ملا کر

اُسی پر ٹوٹ پڑتی ہے خدائی — جو دل ثابت رہے صدمے اُٹھا کر

ستانے کی ہے عادت خلق اُسکو
ہوا کب سیر ناصح جان کھا کر

ہو گیا ہوں مبتلا مژگان و قد یار پر
خار پر لات پڑے سر ہو معلق دار پر

کب نظر ہے عاشقوں کی اندک و بسیار پر
مارتے پاپوش ہیں دنیا کے کاروبار پر

اسقدر سر میں سمایا اب کے سودائے بہار
لوٹتے رہتے ہیں اکثر باغ کی دیوار پر

واں ہوئی غفلت زیادہ یاں توجہ بڑھ گئی
اور رہی اصرار ہم کو ہو گیا انکار پر

آدمی کیا حور بھی دے جان اپنی بے قصور
اس ادا و ناز پر اس چال اس رفتار پر

جب سے ہیں مجروح دل آئینہ رخسار کے
زخم ہنستا ہے ہمارا مرہم زنگار پر

بعد مردن بھی نہ چھوٹا جوش سودائے جنوں
ہو گیا نشتر کا دھوکا ہر کفن کے تار پر

خوب ہی ہم نے نباہا عہد عشق یار کو
دل دیا جاں کو چکے ثابت رہے اقرار پر

ہے اثر بعد فنا بھی اپنی مستی کا دلا
جھومتے آتی ہے غفلت تربت میخوار پر

بھولے بھٹکے بھی نہ آئے دیکھی ذرہ خواب کو
انتظار پاسباں ہے دیدۂ بیدار پر

خواب پرستوں کے اے زاہد نہ کر طعن شنیع
ہم بھروسہ رکھتے ہیں اپنے دل بیمار پر

بات سچ ہے عاشقاں را مذہب و ملت جدا است
میل دل اپنا نہ کافر پر نہ ہے دیندار پر

دیکھتے ہیں جس طرف آتی نظر ہے شکل یار
آنکھ شاید کھل گئی توحید کے اسرار پر

باغ میں جب سوز سے ہم کھینچتے ہیں آہ سرد
اوس پڑ جاتی ہے اے خلق آتشیں گلزار پر

پرتو فگن ہوا نہ وہ نورِ خدا ہنوز　　چمکا کبھی نہ اخترِ طالع مرا ہنوز

دیکھا نہیں وہ چاندسا رُخ آپکا ہنوز　　چھائی ہوئی ہے ہجر کی دل پر گھٹا ہنوز

کس گل کی ہوں تلاش میں اپنے سے گم شدہ　　ملتا نہیں خدا مجھے میرا پتا ہنوز

سُرمہ کی طرح پس گئے اس غم سے اے صبا　　آئی نہ ہاتھ خاکِ رہِ مصطفیٰ ہنوز

ہے آپ کے جو خندۂ دنداں نما کا ذکر　　زخمِ فراق بھی نہ ہمارا ملا ہنوز

زندہ ہوں عشق میں لبِ اطہر کے یا رسولؐ　　دیکھی نہ میں نے صورتِ آبِ بقا ہنوز

یارانِ ہمرہاں ہوئے مقصود کو رواں　　ہم خاک پر فتادہ ہیں چوں نقشِ پا ہنوز

جب سے سُنا ہے اس گلِ خوبی کے نام کو　　ہر ایک کی زبان پہ ہے صلِ علیٰ ہنوز

اے بحرِ علمِ حق ہو نگاہِ کرم ذرا　　چشمِ پُر آب کا ہے وہی ماجرا ہنوز

وحشت میں کیوں ہلائیں نہ زنجیرِ عرش کی　　آنکھوں میں ہے تصورِ زلفِ دوتا ہنوز

اے خلق بیقراریِ دل پوچھتے ہو کیا
سیماب کی طرح ہے مرا آئینہ ہنوز

●

جلوه فرما در دل و جانی هنوز — در دل و در دیده مهمانی هنوز

می طپیم از دردِ پنهانی هنوز — از مداوایم نه درمانی هنوز

حرفِ مطلب را نمی دانی هنوز — جانِ من طفلِ دبستانی هنوز

ماه رویم باز آور جلوه ده — از جمالت دیده نورانی هنوز

ای رخت آئینهٔ اهلِ صفا — بسکه می سازم بحیرانی هنوز

شهره ات آویزه گوش جهانست — آن درِ خوبی و در کانی هنوز

خلق گر باشند حیرانت بجاست — چون بحسنِ خویش حیرانی هنوز

از بهارِ حسنِ تو صد گل شگفت — مائلِ سیرِ گلستانی هنوز

نیست دیگر همچو تو ای ماه زد — کس نه دیدست در جهان ثانی هنوز

بوالعجب نقشی است شکل آشکار — نقشِ دیوار است از مانی هنوز

تا کجا غفلت دلا هوشیار باش — بیخودی در عالمِ فانی هنوز

شکر حق هیچم مراد در کار نیست — میرود کارم بآسانی هنوز

از تو دورم میکن ای جانِ جهان — با تو وصلی هست روحانی هنوز

عقده از بختم چه بکشاید کسی — او گره دارد به پیشانی هنوز

زلف او چون شد مرا عمر دراز — میگذارم با پریشانی هنوز

دل بتو دایم و جان در باختیم — اے ستمگر آفت جانی هنوز
داستان خویش را شرح بکن — واعظا تو قصه میخوانی هنوز
طفل نادانم مرا از خود ربود — میرود عمرم به نادانی هنوز
کیست گو آموختت این عشوه‌ها — جان و دل بردی و جانانی هنوز
غافلم در عشقت اے بت غافلم — از ره رسم خدا دانی هنوز
می کنند شبنم بحالت گریه‌ها — اے گل رعنا تو خندانی هنوز
میفروشی جلوهٔ خود رایگان — قدر این دولت نمیدانی هنوز
شد بذکرش عمر کوتاه هم بسر — می کنم فکر غزل خوانی هنوز
عرصهٔ هستی نه بازیگاه گشت — در خیال گوے و چوگانی هنوز

در جهان آزاد مشرب باش خلق
تو عبث در فکر سامانی هنوز

اب نہ اُلفت کی تمنا ہے نہ چاہت کی ہوس
اُٹھ گئی دل سے رہ و رسمِ محبت کی ہوس

بیکسی چھڑکاؤ کرکے آنسوؤں سے جائیگی
خاک کو میری جو ہو بارانِ رحمت کی ہوس

ناز سے چلتے کبھی تو فاتحہ کو آئیے
رہتی ہے سب قبر والوں کو قیامت کی ہوس

فکر کیا ہے اے سرِ شوریدہ تجھ ساتھ ہے
وادیٔ وحشت میں پھر کیا کیجئے سنگت کی ہوس

لی نہ اکدن تم نے بیمارِ محبت کی خبر
مرتے مرتے لے چلے ہم بھی عیادت کی ہوس

بُت پرستی مردِ مومن کو کبھی لازم نہیں
بھول کر اے دل نہ کرنا خوب صورت کی ہوس

ہاتھ آیا خوب ہی آرام کو کنجِ مزار
تھی بہت دنیا کے جھگڑوں سے فراغت کی ہوس

زور و زر علم و ہنر سے کام کچھ ہوتا نہیں
ہاں اگر کیجے تو کیجے حسنِ قسمت کی ہوس

بام پر آنے لگے وہ جب ہوئے ہم زیرِ خاک
اپنی پستی سے انہیں ہوتی ہے رفعت کی ہوس

کس طرح روئیدگی پائی نہ یہ کشتِ نگاہ
آب پاشی کرتی ہے بارانِ رحمت کی ہوس

جان کا سودا ہوا لینے کے دینے پڑ گئے
خلق اب کیجے نہ بازارِ محبت کی ہوس

در مدح

حضرت شمس الدین فیض علیہ الرحمہ

اُستاد حضرت مصنّف در فنِ شاعری بودند

مرے اُستاذ میرے پیشوا فیض | مرے ہادی مرے ہیں رہنما فیض
نہ بھولوں گا کبھی نام آپکا فیض | مرے پر بھی زباں پر ہوگا یا فیض
نہیں کیا آپ کا احساں ادا فیض | ہوئی ہے پشت خم طاقِ دعا فیض
ملائک سیرت و درویش صورت | فقیرِ بے ریا مردِ خدا فیض
حلاوت اُٹھ گئی خوانِ سخن کی | گئے لے ساتھ اپنے سب مزا فیض
مریضِ جہل صدہا پائے صحت | مکاں ہے آپکا دارالشفاء فیض
دکن پر جسقدر موقوف کیا ہے | جناب فیض کہاں ہے جا بجا فیض
نہ بیگانوں کو آزردہ کیا دل | جہاں میں تھے مگر حق آشنا فیض
خزاں آئی بہارِ شاعری میں | ہوئے جب خلد میں رونق فزا فیض
اُٹھائے جور زمانے کے کیا کیا | مقرر تھے [illegible] فیض
سُناتے تھے غزل ہم کیا وہ دن تھے | پڑھیں ہیں مرثیہ اب آپکا فیض
الٰہی جب تلک ارض و سما ہیں | رہے باقی مرے اُستاذ کا فیض

دُعائے خلق کیجے ہاتھ اُٹھا کر
جزاک اللہ خیراً مرحبا فیض

ہیں بعد رسول سب سے بہتر صدیقؓ
اس شاہ کے ہیں وزیر اکبر صدیقؓ
اللہ رے اس کریم کی جود و سخا
سائل کو سب اپنا دیدے گھر صدیقؓ
حضرتؐ کہتے تھے کہ احسان تیرا
مجھ سے نہ ادا ہوا مقرر صدیقؓ
دیدارِ خدا سب کو عموماً ہو گا
اور تجھ کو خصوص روزِ محشر صدیقؓ
کوئی نہ امامت کرے اس کے ہوتے
موجود مرا ہو جس جگہ پر صدیقؓ
غارِ ہجرت میں اور بعدِ رحلت
ہر جا یہ ہیں ثانیٔ پیمبر صدیقؓ
لطف و کرم اے خلیفۂ شاہِ رسل
یہ آپکا ہے غلام کمتر صدیقؓ

●

دیکھ کر خلق مرے یار کا رنگ — فق ہے ہر ایک طرحدار کا رنگ

دل اُڑا یا انہیں دو چار کا رنگ — لب و زلف و خط و رخسار کا رنگ

آج وہ بزم میں ہیں رونق بخش — اور ہی ہے در و دیوار کا رنگ

کس سے تشبیہ جہاں میں دیجئے — رنگ بے رنگ ہے اس یار کا رنگ

بلکہ بس جاتی حنا کی صورت — نہ جمے گا کبھی اغیار کا رنگ

ہاتھ ملتے ہی رہے ہم افسوس — ہاتھ آیا نہ کفِ یار کا رنگ

مول دُنیا میں چڑھتا سونے کا — ہے سُنہرہ جو مرے یار کا رنگ

جوہر اپنے بھی دکھا دینگے ہم — تو نہ دکھلا ہمیں تلوار کا رنگ

کھیلئے موسمِ گلُ آیا ہے — خوب ہے دیدۂ خونبار کا رنگ

یہ شباب اور یہ رونق کب تک — چار دن ہے گل و گلزار کا رنگ

سامنے گیسوئے مشکیں کے ترے — خاک ہے نافۂ تاتار کا رنگ

سبزۂ خط کی جو لکھتا ہوں صفت — روشنائی میں ہے زنگار کا رنگ

ہوگیا نامۂ اعمال سیاہ — دیکھئے یہ بھی گنہگار کا رنگ

گلُ رخوں سے ہے محبّت جب سے
خلق کچھ اور ہے اشعار کا رنگ

●

یہ چار دن کی ہوا ہے بہارِ خندۂ گل
نسیم کب ہے بھلا اعتبارِ خندۂ گل

نظر کسی نے نہ کی نالۂ عنادل پر
ہر ایک شخص ہوا دوستدارِ خندۂ گل

پڑا ہے پرتوِ رخسارِ آتشین صنم
ہے گرم نائرۂ اضطرارِ خندۂ گل

کجاست ساقی و آں نغمۂ طرب افزا
خوش است دورِ شراب و بہارِ خندۂ گل

کھلا نہ ایک بھی دن اپنا غنچۂ خاطر
رہا ہے دل میں بہت انتظارِ خندۂ گل

جہاں میں شادی و غم کیوں نہ ہو بھلا توام
عیاں ہے گریۂ شبنم کنارِ خندۂ گل

تبسم ایک جو کیجے تو [illegible]
ہزار جان عنادل نثارِ خندۂ گل

غم خزاں کبھی ہے درپیش [illegible]
خبر نہیں ہے تجھے انجامِ کارِ خندۂ گل

غم فراق میں نالاں تو ہوں مگر ایک دن
[illegible] خندۂ گل

صبا ہوں [illegible]
بہار ہے تری خاطر [illegible] خندۂ گل

خزاں غم سے جہاں میں شگفتہ [illegible] ہوں
ہوا ہوں جب سے [illegible] خندۂ گل

خیالِ خندۂ محبوب دل میں ہے اے خلق
ہوا ہے سینۂ عاشق مزارِ خندۂ گل

ہوا ہے عشق میں کیا مبتلا دِل
نظر آتا نہیں بچتا مرا دِل

اگر ہوگا محبّت میں فنا دِل
کہوں گا مرحبا دل مرحبا دِل

شہیدِ خنجرِ اُلفت ہوا دِل
بحمداللہ ٹھکانے لگ گیا دِل

کسی عیّار سے شاید مِلا دِل
جو مجھ سے ہو گیا ہے بیوفا دِل

نہ ہونا تھا جو مجھ سے وہ ہوا دِل
ہوا جو کچھ کہ تھا امرِ خُدا دِل

خدایا ان کے دِل سے گر مِلا دل
نہ کر پھر حشر تک ہرگز جدا دِل

پتہ منزل کا پوچھیں خضر سے کیا
ہمارا ہو گیا ہے رہنما دِل

نہ کی کچھ قدردانی تم نے افسوس
سہا برسوں تلک جور و جفا دل

گیا ناآں پہ لبِ شیریں بیوں کے
چکھا اب دِل لگانے کا مزا دِل

ہوا ہے مجھ سے بے ہودہ جو [illegible]
دلِ ناداں کو بھایا کونسا دِل

[illegible]
[illegible] دل

[illegible]
[illegible] دل

بلائے جان ہے قہرِ خدا ہے
کسی سے خلق ہرگز مت لگا دِل

ہے بہار اکرم نہ تو ہرگز ہوا پر اس کے پھول
ہو گئے اس باغ میں اے باغباں کس کس کے پھول[1]

گلِ زمین ہند کی تھی اور ہی دیکھی بہار
ہے سُفید و سُرخ یوں تو روم اور فارس کے پھول

چال چلتا ہے جو وہ بادِ بہاری کی ہوس
نقشِ سم ہر ایک گلگوں کا ہے ہر فارس کے پھول

آتے ہی سیرِ چمن کو کس ادا سے کہتے ہیں
توڑ لائے خلق مجھ کو اُس کے پھول اور اس کے پھول

[1] پھول یعنے یوم

عاشق روئے نبی ہوں مہ کنعاں کی قسم
سایۂ کوئے نبی ہوں میں سلیماں کی قسم

دہن و چشم کی توصیف میں قاصر ہے زباں
گلِ خنداں کی قسم نرگسِ حیراں کی قسم

گیسو و عارضِ نورانی کا تصوّر ہے تجھے
صبحِ جنت کی قسم شامِ غریباں کی قسم

بستۂ زلفِ رسولِ عربی ہوں بیشک
واثق حبل متیں ہوں میں رگِ جاں کی قسم

روشن از جلوۂ ذات تو چہ دیر و چہ حرم
کفر و ایماں کی قسم گبر و مسلماں کی قسم

آپ کے ہجر میں مضطر ہوں مثالِ سیماب
دردِ فرقت کی قسم سینۂ سوزاں کی قسم

سوزِ فرقت سے پیمبر کے نہ رو دے گریہ
مردمِ چشم تجھے نوح کے طوفاں کی قسم

جز خدا آپ کے رتبہ کو کوئی کیا جانے
دلِ ناداں کی قسم ہے دلِ ناداں کی قسم

آپ کے دامنِ دولت کو نہ چھوڑوں گا کبھی
دستِ وحشت کی قسم چاکِ گریباں کی قسم

حسرتِ دید نے مٹی میں ملایا مجھ کو
خاکِ طیبہ کی قسم کوچۂ جاناں کی قسم

خلق ہر شعر ہے میرا گلِ بستانِ ارم
باغِ رضواں کی قسم مرغِ خوش الحاں کی قسم

دیکھتے ہر سو ہیں شکلِ یار ہم
نشۂ وحدت سے ہیں سرشار ہم

پاس آ جائے گروہِ سیم بر
مفلسو ہو جائینگے زردار ہم

جسمِ عریاں کیلئے پھرائے جنوں
ڈھونڈتے ہیں دامنِ کہسار ہم

وائے اے تاثیرِ جذبِ اتحاد
دین و دنیا سے ہوئے بیزار ہم

گاہ در مسجد گہے در میکدہ
ہیں کہیں زاہد کہیں میخوار ہم

ہے تصوّر قبر میں بھی زُلف کا
گنتے رہتے ہیں کفن کے تار ہم

زیرِ قصرِ یار ہم اتنے رہے
ہو گئے خود سایۂ دیوار ہم

پنجۂ غم میں رہے آٹھوں پہر
کس صنم سے ہو گئے دوچار ہم

کھیل ہے تقدیر کے یہ اے جناب
یار ہوں اغیار [illegible] اغیار ہم

رُخ دکھاؤ گے نہ تم اے جاں اگر
جان سے ہو جائینگے بیزار ہم

[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

فائدہ کیا بحثِ خیر و شر سے خلق
نیک طینت ہم تو بدکردار ہم

اے چشمِ یار مست ہیں ترے اثر سے ہم
اے عشق بے خبر ہوئے اپنی خبر سے ہم

اس آرزو میں ہو گیا اپنا زوالِ عمر
تکتے ہیں روز راہ تری دوپہر سے ہم

اُفتادگانِ خاک ہوا ہے جہاں میں نام
جب سے گرے ہوئے ہیں تمہاری نظر سے ہم

ٹکراتے ہیں سر اپنا اسی غم سے روز و شب
کیا دور ہو گئے ہیں ترے سنگِ در سے ہم

باغِ جہاں سے نکہتِ گل کی طرح چلے
بڑھ کر سبک خرام ہیں بادِ سحر سے ہم

برگشتہ قسمتی کا بھلا کس سے ہو علاج
بیمار ہے چلے ہیں مسیحا کے گھر سے ہم

ہیں موسمِ بہار میں آنکھیں جو خوں فشاں
آئے یاد رنگ کھیلتے ہیں چشمِ تر سے ہم

کاندھے پہ سر بلند جنازہ نہ ہو مرا
بیزار بعدِ مرگ بھی ہیں کر و فر سے ہم

نیرنگیاں فلک نے یہ دکھلائی راہ میں
اے عشق کس اُمید پہ نکلے تھے گھر سے ہم

مشکل ہے سر سے جائے جو اپنے خیالِ زلف
تا آں گذر ہی جائینگے آسمان سر سے ہم

ہیں زرد رنگِ عشق میں اس درد سفید کے
چاندی کو تولتے ہیں طلائے زر سے ہم

اے خلق چار دن کا تماشہ یہ دیکھ لیں
باغِ جہاں میں آئے ہیں اک رہ گذر سے ہم

●

چشم محوِ دید ہے تصویرِ دلبر ہاتھ میں
آ گئی ہے دولتِ دارین یکسر ہاتھ میں

بعدِ محنت ہو گیا اُس سیمبر کا ہم سے وصل
مُفلسی جاتی رہی اب آ گیا زر ہاتھ میں

اک ستمگر کا کیا ہے عشق جب سے اختیار
لے کے سر پھرتا ہوں اے جلّاد خنجر ہاتھ میں

کاتبِ تقدیر سے یہ فائدہ آخر ملا
لے چلے دُنیا سے ہم عصیاں کا دفتر ہاتھ میں

آرزوئے وصل میں اُس ساقیِ خمار کی
زندگی کا ہو گیا لبریز ساغر ہاتھ میں

عاشقِ لب ہائے شیریں ہوں قسم ہے خضر کی
روزِ محشر ہی میں لوں گا آبِ کوثر ہاتھ میں

حالِ مشتاقوں کا اپنے غور کر اے نازنیں
سر تو ہے دہلیز پہ اور حلقۂ در ہاتھ میں

مشترِ اشعار کے ہیں میرے سب زہرہ جبیں
خلق رکھتا ہوں سخن گوئی کا جو [illegible] ہاتھ میں

لے لے کے تولتے ہو کیا شمشیر ہاتھ میں
سر دکھتے ہم ہیں اے بتِ بے پیر ہاتھ میں

کہتے ہیں قیدیوں کو وہ دکھلا کے اپنی زُلف
رکھتے ہیں ہم بھی طوقِ گلوگیر ہاتھ میں

ہے عاشقوں کے پیشِ نظر رات اور دن
آئینہ بن گئی تری تصویر ہاتھ میں

قصدِ نگاہ اس نے کیا ہم ہوئے شہید
پیکاں یہاں ہے دل میں وہاں تیر ہاتھ میں

ہے مُہرِ داغ، سینہ سند اپنے قول کی
رکھتے ہیں عشقِ یار کی جاگیر ہاتھ میں

محشر میں روتے دھوتے نصیبوں کو جائینگے
چشم پُر آب و نامۂ تقصیر ہاتھ میں

لکھا جو حال جوشِ جنوں کا مفصلا
نشتر بنا قلم دمِ تحریر ہاتھ میں

ہے چاک پیرہن غمِ آلِ نبیؐ میں خلق
محشر میں ہو گا دامنِ شبیر ہاتھ میں

سیر کو جاتا ہے وہ رشکِ گلستاں باغ میں
قدرت اللہ پھر ہو گی نمایاں باغ میں
کیا بیاں اپنا کروں میں سوزِ ہجراں باغ میں
گریۂ بلبل سے ہو جائے نہ طوفاں باغ میں
مجھ کو آتا ہے ہر اک گل بھی نظر دیوانہ وار
کس کو دکھلاؤں مرا چاک گریباں باغ میں
کونسے آئینہ رو پر بڑھ گئی یارب نظر
دیدۂ نرگس ہوا اتنا جو حیراں باغ میں
بھول جائیں چال اپنی کبک و طاؤس چمن
ہو خراماں گر کوئی سروِ خراماں باغ میں
سیرِ گلشن سے زیادہ جب ہوا سودا مرا
ہو گیا ہر خار مجھکو نشترِ جاں باغ میں
پڑ گیا جو آج عکسِ عارضِ پُر نورِ یار
بن گیا ہر ایک گل شمعِ شبستاں باغ میں
ساقیا کیا کچھ اڑائینگے مزے گر وقتِ شب
ہم ہوں اور دلبر ہو اور فصلِ زمستاں باغ میں
مُنہ سے ہر اک مُرغ کے نکلے صدائے مرحبا
ہم صغیرِ خلق جب ہو وے غزل خواں باغ میں

قاتل مرا جو زور میں رستم سے کم نہیں
دے ڈالنے میں جان میں حاتم سے کم نہیں

گھر عاشقوں کا خانۂ ماتم سے کم نہیں
روزِ فراق ماہِ محرّم سے کم نہیں

پوشاک زرد پہنی ہے اس نونہال نے
رنگِ خزاں بہار کے موسم سے کم نہیں

اے بحرِ حسن دیکھ کے دریا میں غسل کر
ہر اک حباب دیدۂ پرنم سے کم نہیں

تہ کر رکھیں سب اہلِ تکلف تکلفات
یہ فرشِ خاک مسند جاجم سے کم نہیں

جو لوٹتے تھے خاک پہ زخمی ہوئے درست
کیچڑ تمہارے کوچہ کا مرہم سے کم نہیں

گھائل ہیں جو تو مل گئے زخم ہوس تمام
تیرا لعابِ تیغ بھی مرہم ، کم نہیں

بھر ملک دل میں آج یہ وحشت کا ہے عمل
دھجی ہر ایک جامہ کی پرچم سے کم نہیں

عالم یہ آسمان کا ہم کو شبِ فراق
صحرائے ہولناک کے عالم سے کم نہیں

ہے وردِ خلق ذوق کا مصرع ہمیں یہی
سب ہم سے ہیں زیادہ کوئی ہم سے کم نہیں

مستزاد

آیا ہوں در پہ آلودۂ داماں اے بحرِ رحمت دھو میرے عصیاں
موجِ ہوا کا اٹھا ہے طوفاں کشتی کا میری تو ہے نگہباں
بلبل ہوں تیرا فرقت میں نالاں اے باغبانِ گلزارِ ایماں
پھولوں سے بھر دے مقصد کا داماں آباد دائم تیرا گلستاں
گٹھری گنہ کی لے کر چلا ہوں لغزشِ پا سے تھرّا رہا ہوں
ہے دور منزل میں تھک گیا ہوں ہاتھ پکڑ لے کر مشکل آساں
عاشق ہوں تیرا اے میرے مولا اے میرے مولا عاشق ہوں تیرا
زلفوں کا قیدی عارض کا شیدا نرگس کا حیراں ابرو پہ قرباں
شانِ نبوت شانِ رسالت ہے سر سے پا تک اللہ کی قدرت
کانِ ہدایت جانِ شفاعت رحمت کے صدقے رافت کے قرباں
پرتو ہے تیرا ساری خدائی۔ یہ سب اُجالا یہ روشنائی
دل کی تجلی جاں کی صفائی ہے نور تیرا اے ماہِ تاباں
نامِ مبارک وردِ زباں ہے تسکینِ دل ہے آرامِ جاں ہے
ہر اک بلا سے حرزِ داماں ہے کیا فکرِ دشمن کیا فکرِ شیطاں
محبوبِ حق کی درگاہ یہ ہے جنت جو پوچھو واللہ یہ ہے
اے جانے والو ہاں راہ یہ ہے کیوں بھولے بھٹکے پھرتے ہو حیراں

تشبیہ دیکر چرخ بریں سے آنکھیں لگیں ہیں اپنی زمیں سے
وصف انکا پوچھو روح الامیں سے ہے رشک جنت یاروح دریحاں

ہے مردمک کا مردم کو دھوکا کیا پڑگیا ہے آنکھوں پہ پردہ
سایہ ہے اُس کے دیوار و درکا آنکھوں میں اپنی پیدا و پنہاں

شرمندگی ہے یہ بندگی ہے یہ بندگی ہے شرمندگی ہے
مرنے سے بدتر یہ زندگی ہے مجھ کو جلادے ٹھوکر سے اے جاں

اے خلق ان کا تو اآقی ہے کس بات کی پھر تجھ کو کمی ہے
بخشانے والا صاحب وہی ہے کردیگا ہراک مشکل کو آساں

●

اِس نورِ الٰہی کا تصور ہے نظر میں آئینہ ہے گھر میں ہے آپ گھر میں
جلوہ ہے وہی عکسِ فگن شمس و قمر میں شعلہ میں شرر میں اور سنگ و شجر میں
پھیلائے ہوئے پاؤں کو غفلت میں ہوں سوتا دیکھے کہیں چھینٹا اے رشکِ مسیحا
کیا نیند لگی ہے مجھے اِس راہ گذر میں ہوں خوابِ سحر میں دھوکا ہے سفر میں
مجھ سا نہیں اس میکدۂ دہر میں بیہوش ہستی سے فراموش حرماں سے ہم آغوش
کوسوں ہی پڑا دور رہوں معشوق ہے بر میں مطلوب ہے گھر میں منظور نظر میں
جو دیکھ سکیں آپکو آنکھیں وہ کہاں ہیں کہنے کو زباں ہے یہ عرض و بیاں ہے
سُرمہ ہو غبارِ کفِ پا دیدۂ تر میں ہو نورِ نظر میں سودا ہے یہ سَر میں
اس کانِ رسالت نے ترے کھول دیئے کان سُن بات کہا مان ہو دل سے مسلمان
کیا فرق رہا معجزِ صادق کی خبر میں سنّت میں اثر میں قرآن میں خبر میں
اے صِنو علیؓ نامِ خدا نام کے صدقے پیغام کے صدقے انعام کے صدقے
دامن جو ترا ہے کفِ ہر خستہ جگر میں کیا خوف خطر میں کیا رنج ضرر میں
اے رحمتِ حق آپ پہ اللہ کی رحمت تسلیم و تحیت ہر لحظہ و ساعت
بو غنچہ میں جب تک ہو تراوٹ گلِ تر میں گُل شاخِ شجر میں اور لطف ثمر میں
مداحِ رسولِ عربی نام ہے میرا یہ کام ہے میرا اسلام ہے میرا
اے خلق یہی شہرہ ہے ہر جن و بشر میں ہر راہ گذر میں بازار میں گھر میں

●

ہے شورِ مرغانِ چمن ہر سو بمیدانِ چمن صدقے ہوں خوبانِ چمن ہو تازہ تر شانِ چمن

ہر دل ہو قربانِ چمن ہر منہ ثنا خوانِ چمن ہووے جو وہ جانِ چمن رونق فزائے انجمن

ہے موسمِ گل جا بجا شاخِ درختاں پر سدا کہتا ہے یوں ہر خوش ادا ہر بلبلِ شوریدہ تن

اب جامِ مے لا ساقیا دے جرعۂ الفت پلا پھر ابر ہے چھایا ہوا اور برق بھی ہے چشم زن

دُنیا سے بے ریب و گماں بالکل مٹا نامِ خزاں پروانہ بنکر بلبلاں ہیں شمعِ گل پر جانفشاں

ہے تازگی کے سب نشاں آثارِ فرحت ہیں عیاں ہر ایک گل ہے شادماں ہر اک شگوفہ خندہ زن

ہے ہر طرف اک شور و غل گلزار میں خندہ ہے گل [?] کے باہم جامِ مل مدہوش ہیں [?] و گل

ہے مقدمِ ختمِ رسل سلطانِ دیں شمعِ سبل وہ باعثِ ایجادِ کل وہ ہادی و شاہِ زمن

دیکھے جو شکل ہیں ماہ کی عشق ہو ہر اک حور و پری مرجھا گئے ہر اک گل ابھی دیکھے جو اسکی نازکی

پژمردہ ہو ہر اک کلی اور منفعل گلشن بھی ہووے جو وہ سرو سہی رونق فزائے ہر چمن

خوش ہو کے کہتے ہیں یقیں غلمانِ جنت حورِ عیں رضواں اور روح الامیں ہے آمدِ سالارِ دیں

تزئینِ افلاک و زمیں عرشِ معلا کا مکیں شاہِ رسل ماہِ مبیں محبوبِ ربِ ذوالمنن

فصلِ بہار آئی دلا تازہ شگوفہ ہے کھلا ہر نخل ہے پھولا پھلا قمری بھی ہے نغمہ سرا

کرنے لگی بادِ صبا فرشِ زمرد جا بجا ہر غنچہ و گل کا ہوا رنگیں کلاہ و پیرہن

کہتے ہیں یوں ہو باادب جن و ملک سب کے سب اور انبیا باصد طرب ہے دھوم دھام ہو گئی عجب

پیدا ہوئے محبوبِ رب عالم میں تھی جنکی طلب شمعِ شبستانِ حرم دافعِ رنج و محن

ہے آسماں پر ہر زباں حکمِ خداوندِ جہاں وہ گوہرِ گنجِ نہاں ہوتا ہے دُنیا میں عیاں
ہو ہر طرف کو شادیاں ہر سو مبارک بادیاں صف لیتے ہوں سب قدسیاں آراستہ ہو انجمن

تھی سب کو جس کی جستجو پیدا ہوا وہ نیک خو ہر ایک جس کا تارِ مو عالم کا ہے حرزِ گلو
ذرّہ ہے جس کے روبرو یہ مہرِ طلعت ماہ رو جیسے اگر اس گل کی بو کیسے مہک جائے چمن

ہے انکی وہ زُلفِ دوتا قربِ خدا کا سلسلہ نورِ جبیں صلِّ علیٰ روشن ہے جس سے دوسرا
وہ چشمِ پُر ناز و ادا سرچشمۂ فیضِ خدا ابرو ہیں محرابِ دُعا مسجودِ شیخ و برہمن

وہ لعلِ لب آبِ بقا مُردہ دلوں کو دے جلا وہ سلکِ دنداں ہے بہا ہے اک تجلّیٔ خدا
گوہر بھی ہے عرقِ حیا الیاس سم کھا گیا دریائے خوبی سے ہوا ظاہر جو وہ دُرِّ عدن

آوارۂ دشتِ جنوں فرقت میں کب تک میں رہوں خستہ دل و جان زبوں ہر چشم سے جاری ہے خوں
اے عاصیوں کے رہنموں تسکینِ دل اپنی کروں گر خواب میں بھی دیکھ لوں حضرت کی زلفِ پُرشکن

اُس شاہ کی وہ خاکِ پا ہے سرمۂ شاہ و گدا جس کے سبب روشن ہوا ہر دیدۂ اہلِ صفا
وہ قدِ بالا دلربا ہے سایۂ لطفِ خدا اس باغِ دنیا میں بھلا کس طرح ہو سایہ فگن

اے چارہ سازِ بیکساں اے دستگیرِ مو تساں اے سرورِ عالی مکاں اے بادشاہِ دو جہاں
اے قبلۂ امن و اماں اے کعبۂ صاحب دلاں ہو رحم ہم پر بے زباں اور دفع ہو رنج و محن

صدیق با صدق و صفا ہیں جانشینِ مصطفیٰ حضرت عمر ذی مرتبہ مہرِ سپہرِ ابتداء
عثمان امام با حیا ماہِ سما ارتقا حضرت علی شیرِ خدا مشکل کشائے مرد و زن

سب آل اور اصحاب کے صدقے سے اے خالق مری برلا تو مقاصد خلق کے اور سب کے اپنے فضل سے
بخشش شہ لولاک سے ہو بہرہ کُل مجھے یارب نہ پھر مجھکو رہے ہرگز خیالِ جان و تن

●

اے شہنشاہِ جہاں حضرتِ غوث الثقلین
سرورِ عرش مکاں حضرت غوث الثقلین

مُردہ دلِ زندہ شدند از نفسِ اعجازت
اے مسیحائے جہاں حضرت غوث الثقلین

از وجودِ کرمت خلق مسرت اندوز
اے سرورِ دلِ جہاں حضرت غوث الثقلین

از کمالش اثرِ دق [illegible]
مرشدِ فیض بجاں حضرتِ غوث الثقلین

راست از قامتِ او گشت نہالِ اسلام
سروِ بستانِ جناں حضرت غوث الثقلین

ملتجی وقتِ مصیبت ہمہ از درگاہ ہست
توئی بے ریب و گماں حضرتِ غوث الثقلین

ہمہ تن زخم گناہیم نگاہے فرما
مرہمِ خستہ دلاں حضرت غوث الثقلین

ایں دُعایم بخدا وقت اخیر است اےخلق
وِرد باشد بہ زباں حضرت غوث الثقلین

بیشک میں واصفِ پیمبر ہوں
تسکین دہِ ہر دلِ مکدر ہوں

اُس شاہ کا گر یہاں سگِ در ہوں
میدانِ حشر میں غضنفر ہوں

طالب ہوں نہ مشک کا نہ عنبر کا
نکہت سے آپ کے معطر ہوں

اے از نامِ تو قوتِ جانم
فرقت میں ناتواں یکسر ہوں

واصف ہوں اُن کے تیغِ ابرو کا
اعدائے دیں پہ مظفر ہوں

عالم کے پیچ سے رہا ہوں میں
ہاں قیدِ گیسوئے معنبر ہوں

لکھوں کیا مدحِ عارضِ انور
حیراں ہوں آئینہ سا ششدر ہوں

شاہانِ دنیوی سے کیا مطلب
دولت سے آپ کے تونگر ہوں

افتادہ و دور ہوں گلزارت
بلبل سا نعرہ زن سراسر ہوں

بیمارِ عشق ہوں خبر لیجئے
شب کو گریاں تو دن کو مضطر ہوں

کیا خوف اے خلق روزِ محشر کا
میں مداحِ شفیعِ محشر ہوں

کیونکر نہ بہشتی ہوں گنہگار نظر میں ہے لطفِ جنابِ شہِ ابرار نظر میں

سنتے ہیں جو حضرت کی سخاوت کا بیاں ہم بے قدر ہوا ابرِ گہر بار نظر میں

اُس ساقیٔ کوثر کا ہوا یہ اثرِ عشق آتا ہے ہر اک مست بھی ہوشیار نظر میں

اے مہرِ درخشاں بمنِ زار نگاہے پھرتی ہے جدائی کی شبِ تار نظر میں

بھولوں نہ خیال آپ کا اے سرورِ کونین گفتار رہے دل میں تو رفتار نظر میں

رخسارِ پیمبر کا تصور جو بندھا ہے آئینہ ہے ہر اک در و دیوار نظر میں

اے چشمِ رسولِ عربی ہے یہ تمنا آجائے کبھی یہ دلِ بیمار نظر میں

فرقت میں تری اے گلِ خندانِ رسالت گلزارِ دو عالم ہے مجھے خار نظر میں

ہوں بیکس و تنہا مدد اے عشقِ پیمبر مونس ہے نظر میں نہ کوئی یار نظر میں

ہے پنجتنِ پاک کے صدقہ سے دعا یہ جز ایک خدایا نہ ہوں دو چار نظر میں

اے خلق نمک پاش ہوا زخمِ جدائی
حضرت کی ملاحت ہے جو ہر بار نظر میں

●

رونا ترا وہ تم کو یاد ہے تم ہم سے کم نہیں
ہوتا جنونِ عشق جو ابہام سے کم نہیں

چہرہ حضور کعبۂ اکرم سے کم نہیں
چاہِ ذقن بھی یہ بھی زمزم سے کم نہیں

ہے نزع میں بھی یاد کسی بادہ نوش کی
کیفِ شرابِ دیدۂ پُرنم سے کم نہیں

واقف ہیں آپ تفرقۂ حال سے مرے
الجھاؤ دل کا گیسوئے پُرخم سے کم نہیں

رفتار نے زمیں کو بنایا ہے آسماں
جو نقشِ پا ہے نیّرِ اعظم سے کم نہیں

مومن نہیں جو بات نہ مانے حضور کی
جو حکم ہے وہ آیتِ محکم سے کم نہیں

کیا سیرچشم لوگ ہیں اے بادشاہِ حسن
ہر اک ترا فقیر بھی ادہم سے کم نہیں

ریشم سے نرم ہیں ترے زلفِ رسا کے بال
عشق اُس کا دل میں عقدۂ ریشم سے کم نہیں

کیونکر نہ ہو دماغ حسینوں کا عرش پہ
عالم جو حسن کا ہے دو عالم سے کم نہیں

ظاہر ہے مجھ پہ سینے میں جو کچھ چھپا ہو
محرم نگاہ آپ کی محرم سے کم نہیں

کشکول اپنا جامِ جہاں بیں سے ہے سوا
اپنی گدائی سلطنتِ جم سے کم نہیں

شیطان بن کے در پئے اخراج ہے رقیب
خلوت میں خلقِ حضرتِ آدم سے کم نہیں

●

شکل مژگانِ یار ہے دل میں
خار کھٹکے ہیں جانِ بسمل میں

کون ہے اب ترے مقابل میں
حُسن میں، وضع میں، شمائل میں

آفتاب جبینِ جاناں سے
داغِ حسرت ہے ماہِ کامل میں

کچھ دلا دیجئے زکاتِ حُسن
کاسۂ دل ہے دستِ سائل میں

میکشوں پہ حرام ہے بادہ
آج ساقی نہیں ہے محفل میں

وصلِ دلبر اگر ہوا قسمت
نہ رہے گی ہوس کوئی دل میں

ایک میں اور آفتیں صدہا
گرمدد خضر میری منزل میں

کیوں جھگڑتے ہیں کافر و دیندار
عمر کھوتے ہیں بحثِ باطل میں

راہِ دشتِ جنوں سنبھالو خلق
مصلحت ہے یہ رائے عاقل میں

عالم ہے دنگ یار کے حسن و جمال میں / حیراں ہے موشگاف ترے بال بال میں

پھنستے ہیں راہ چلتے ہزاروں ہی جال میں / ملنے کا راستہ ہے ترے بال بال میں

کانٹا ہوئے تھے سوکھ کے جو ہجر یار میں / پھولوں نہیں سماتے ہیں روز وصال میں

ناوں نے میرے ٹھیک بنایا ہے ورنہ آپ / کب مانتے کسی کو ہیں اس سن و سال میں

اللہ رے سرد مہری جاناں کا شعبدہ / ٹھنڈے ہوئے ہزاروں امید وصال میں

دکھلائی خواب میں بھی نہ صورت ہمیں کبھی / گذری تمام عمر تمہارے خیال میں

ہر موئے تن ہے شمع کی صورت شب فراق / سلگی ہوئی ہے آگ مرے بال بال میں

فرش زمیں پہ چرخ بریں کا گماں ہوا / کرتے ہیں وہ جہاں تہ و بالا وصال میں

غیروں کے سامنے تو جبیں کی گرہ نہ کھول / نقصاں نہ آئے دولت حسن و جمال میں

تھی بات جیت یار سے آنسو ٹپک پڑے / آیا جو ذکر صدمۂ فرقت وصال میں

ٹکر جو لے پہاڑ سے فرہاد وہ نہیں / ٹکرا اٹھائے یار کے ہجر و وصال میں

اے نونہال ٹوٹ پڑا تجھ پہ ہے چمن / رکھنا قدم جما کے ذرا چال ڈھال میں

ہے تار غائے وصل بڑھاتے ہو بات کیوں / کٹتی ہے روز عمر امید وصال میں

ٹکڑے پہ جان دیں نہیں ایسے فقیر ہم / ٹکڑا ابھی جان ہو تو نہ لائیں خیال میں

ہے خلق سب کو خوف نیستاں میں شیر کا
ڈر مجھ گناہگار کو ہے بال بال میں

یوں تو رہتے ہیں بہت حسرت و ارماں دل میں
وہ جو آئیں تو رہے کوئی نہ مہماں دل میں

ہو گئے خون بہت حسرت و ارماں دل میں
جس طرف دیکھئے ہے گنج شہیداں دل میں

جل بجھیں آپکی اُلفت میں کہ ہم ڈوب مریں
اشک آنکھوں سے رواں آتش سوزاں دل میں

غم نہیں گر ہمیں آنکھوں میں اندھیرا آیا
نور افگن ہے ترا چہرۂ تاباں دل میں

غیب دانی کا جو دعویٰ تجھے ہے ہم سے
کیا ہوا آپ سے ہم رکھتے ہیں پنہاں دل میں

اصل کے سامنے کیا فرع کرے لاف زنی
منہ پہ آئینہ ہے گستاخ پشیماں دل میں

نہ بجھائے اُسے بدلے جو زمانہ کی ہوا
اپنے داغوں سے جو روشن ہیں چراغاں دل میں

جاں نثاری اُسے مرہم کے دکھائی ہر چند
کہتے ہیں تجھکو محبت نہیں چنداں دل میں

عکس افگن ہیں ہمیشہ وہ ادائیں رنگیں
سیر کا لطف ہے پھولا ہے گلستاں دل میں

اُڑ چلے ہوش و حواس اپنے پئے استقبال
آمد آمد ہے کسی یار کی پنہاں دل میں

آسماں کی کوئی کہتا ہے زمیں کی کوئی
روح اور نفس ہیں دست و گریباں دل میں

کہتے ہیں دیکھ کے بسمل کی وہ آنکھیں اے خلق
جرم پر چاہیئے ہر اک کو پشیماں دل میں

۶

دنگ ہوں دیکھ کے میں جلوۂ جاناں دل میں
دِل ہے اپنے میں جو حیراں تو میں حیراں دِل میں

حق نے رکھا ہے جو گنجینۂ ایماں دل میں
شکر کر اس کا ادا بندۂ احساں دِل میں

نہیں معلوم بنا ہے کوئی زنداں دِل میں
کہ نِکلتے نہیں رہتے ہیں جو ارماں دل میں

جیسے گلشن میں صبا یا تنِ بے جاں میں جاں
یوں چلا آتا ہے وہ سروِ خراماں دِل میں

ہر قدم پر دِل پر داغ بچھائے آنکھیں
گر کبھی آئے وہ طاؤسِ خراماں دل میں

مُند گئی آنکھ تماشائے جہاں سے اپنی
اب رہا کرتا ہے نظارہ جاناں دل میں

کیوں مرے قتل کو وہ تولتے تلوار ہیں خلق
مُفت لیں جنسِ فنا ہے بہت ارزاں دلمیں

13

●

دھیان اُس رشکِ چمن کا ہے جو ہر آن دل میں — لہلہاتا نظر آتا ہے گلستاں دل میں
کیوں نہ رکھوں تجھے اے سروِ خوباں دل میں — تو ہے ایمان مرا چاہیئے ایماں دل میں
خوب دیکھیں تو خدائی کا ہے ساماں دل میں — ایسی وسعت نہیں دیکھی ہے کہ گریباں دل میں
بعد مدت کے نصیبوں سے وہ ہیں ہاتھ لگے — چومتا ہے قدم اس بخت کے ارماں دل میں
لگ گئیں شمس و قمر کی تو زمیں سے آنکھیں — دیکھ کر کوئے یار ہے چرخ بھی حیراں دل میں
آپ کی جان سے دور اب تو ہے نزدیک اجل — آئیے آئیے رہ جائے نہ ارماں دل میں
ہے کہاں راحت و آرام کہاں صبر و قرار — نہ بچا ہاتھ سے ان کے کوئی ساماں دل میں
آج کل لطف و عنایت کی ہوا چلتی ہے — کیوں نہ سرسبز ہو پھر گلشن ایماں دل میں
صاف اقرار ہی ہم سے ہے نہ انکو انکار — ہے کچھ اندیشہ جو کرتے ہیں نہیں ہاں دل میں
دیکھئے آتے ہیں کیا تازہ بلائیں سر پر — عشق پھر ہونے لگا سلسلہ جنباں دل میں
بال کیا کھولتے ہو زلف کے اسکو کھولو — پڑ گئی ہے جو گرہ اے شہ خوباں دل میں
پا بہ گِل سرو گلستاں ہیں ہزاروں دیکھے — کاش گڑ جائے کوئی سروِ خراماں دل میں

گھر میں اپنے جوشِ عشق کی دعوت کی ہے
خلق اب اُسکی ضیافت کے ہوں ساماں دل میں

16

شکر صد شکر ہیں سب عیش کے ساماں دل میں
میکدہ دل میں ہے اور ساقی مستاں دل میں

آج کل ٹھہر گیا مسکنِ جاناں دل میں
اب کچھ آبادی کے آثار ہیں ویراں دل میں

روز اُٹھتا ہے نیا فتنۂ و طوفاں دل میں
جب سے رہتا ہے کوئی غارتِ ایماں دل میں

آپ سے آپ چلے آتے ہیں وہ گھر بیٹھے
یاد جب یار کو ہم کرتے پنہاں دل میں

دید ہوتی ہے مجھے آپ میں آتے جاتے
ہر قدم پر ہے تماشائے گلستاں دل میں

وہ حسیں جس کا چڑھا رہتا ہے گردونِ دماغ
آج قسمت سے اُتر آیا ہے آساں دل میں

مُنہ دکھاتی ہے ہمیں دیکھئے کب صبح وصال
یاد اُنکی ہے چراغ شبِ ہجراں دل میں

ہر مکاں میں ہے ترے واسطے آراستگی
کوئی آنکھوں میں رکھے اور کوئی انساں دل میں

آبرو پائی ہے پی پی کے ہر اک دم آنسو
تا نہ ہم چشم اٹھائیں کوئی طوفاں دل میں

میری وحشت نے حسینوں میں اڑایا ہے نہیں
پر نہیں ہوتے وہ شرمندہ احساں دل میں

یہ غلط ہے کہ دل آجاتا ہے اُن پر سب کا
آپ سے آپ وہ آجاتے ہیں آساں دل میں

اُسکی آمد ہو تو ہم جان سے اُٹھ جاتے ہیں
نظر آتا ہے یہ تعظیم کا ساماں دل میں

اپنے عشاق کا دل ہاتھ میں جو رکھتے ہیں
ہم بھی اس ہاتھ کو رکھ لیتے ہیں پنہاں دل میں

قدمِ پاک تلک مر کے پہنچ جائیں گے خلق
جیتے جی تک تو ہے یادِ شہِ جیلاں دل میں

۱۱

جلوہ افروز ہوئے خسرو خوباں دل میں
ہے ترے واسطے آراستہ ایواں دل میں

جب سے رہتا ہے کوئی طفل دبستاں دل میں
بوستاں لب پہ ہمارے ہے گلستاں دل میں

کیوں نہ معزور ہو وہ فتنۂ دوراں دل میں
اس کے قائل ہیں سبھی گبر و مسلماں دل میں

گفتگو یار سے پردہ میں رہا کرتی ہے
روبرو آتے نہیں بیٹھے ہیں پنہاں دل میں

کر دیا آپ سے باہر مجھے اور خانہ بدوش
نہیں معلوم یہ ہے کونسا مہماں دل میں

چپکے یاد ہزاروں ہیں ہمیں بھی لیکن
کہیں آزردہ نہ ہو بلبل نالاں دل میں

وہ چھپاتے ہیں تو انداز کہے دیتے ہیں
راز ہر ایک کا رہتا نہیں پنہاں دل میں

زلف پرخم کا ترے عشق بلائے جاں ہے
حلقے آنکھوں میں پڑے عقدۂ پیچاں دل میں

تو نے سب لوٹ لیا تھا جو متاع ہستی
اور کیا باقی ہے اے غارت ایماں دل میں

دل جسے کہتے ہیں سب لوگ وہ دل ہی نہ رہا
سر پہ اب خاک اڑاتے رہیں ارماں دل میں

دوڑ پڑتے ہیں سبھی گبر و مسلماں اے خلق
جوش رحمت کا اٹھا گر کوئی طوفاں دل میں

ہے مہیا وہ ہر اک طرح کا ساماں دلمیں
دیکھ کر دل جسے ہوتا ہے پریشاں دل میں

کچھ عجیب یار کی قدرت کا ہے میداں دلمیں
بحر و بر دل میں ہے اور کوہ و بیاباں دل میں

اس کے رُخسار کا پرتو ہے یہ ایماں دل میں
دل میں ہے نور کہ قندیل درخشاں دلمیں

دیکھکر تجھکو ہر اک ہوتا ہے قرباں دلمیں
خوب مدفن کو پسند آیا ہے میداں دلمیں

ہے کسی عاشق غمگیں کا یہ موزوں نالہ
یا کوئی بلبل شیدا ہے غزلخواں دلمیں

در بدر پھرنے لگے ایسے ہوئے خانہ بدوش
گھر کیا یار کی اُلفت نے جو پنہاں دل میں

جمع خاطر ہے یہاں تفرقۂ حال نہیں
گھر بنایا نہ کرے زُلف پریشاں دل میں

جو رہے دل میں تو ہے چور میاں بھی دل اُنکا
کام میں ان کے فلاطون بھی ہے حیراں دلمیں

کوئی بھرتا نہیں آنکھوں میں تری سر کی قسم
اور بھرے ہیں تو ترے وصل کے ارماں دلمیں

وہ کبھی ایک نظر آنکھ اُٹھا کر دیکھیں
منتظر لطف کے ہم بیٹھے ہیں مہماں دلمیں

اب تو ہر حال میں رہتے ہیں جھکائے آنکھیں
اک محبت پردہ نشیں جب سے ہے مہماں دلمیں

اس طرح سامنے آنکھیں کرا دیدۂ دل
بیٹھے بیٹھے نہ اُٹھائے کوئی طوفاں دلمیں

ہے وہ پتھر محبت کا فر کہ پگھلتا ہی نہیں
ہم نے بھڑکائی بہت آتش سوزاں دلمیں

بے تکلف ہے یہاں ظاہر و باطن اے خلق
اپنے منہ پر بھی وہی ہے جو ہے پنہاں دل میں

●

ہمیں جان کی اپنی لالے پڑے ہیں
کسی بے مروت کے پالے پڑے ہیں
خفا ہو تو ہو کیا کسی کو سنائیں
ہم اپنے ہی دل کو سنبھالے پڑے ہیں
الٰہی میں کس جائے اُس بُت کو ڈھونڈوں
ہزاروں ہی مندر شوالے پڑے ہیں
نہیں دین و دنیا میں اُنکا ٹھکانا
گلی سے جو تیری نکالے پڑے ہیں
یہ کیوں جال میں پھنس رہی ہے خدائی
کہاں کے یہ آنکھوں میں جالے پڑے ہیں
ہوا خانۂ دل پہ قبضہ کسی کا
مرے پاس خالی قبالے پڑے ہیں
پلا آبِ خنجر ذرا اب تو قاتل
زباں اپنی سوکھی نکالے پڑے ہیں
یہ کیوں پاؤں پھیلائے سوتے ہیں عاشق
بہت دن کی حسرت نکالے پڑے ہیں
کوئی خلق ان کا اشارہ نہ سمجھا
بہت سے یہاں علم والے پڑے ہیں

ایک دم اور سینکڑوں غم کیا کریں
لیکے ایسی زندگی ہم کیا کریں

فرقتِ احباب کا غم کیا کریں
بے وفا تھے چل بسے ہم کیا کریں

دل کسی پر آگیا ہم کیا کریں
رک گئے گر ہم سے ہمدم کیا کریں

ہیں وہ گیسو ہم سے برہم کیا کریں
دل ہے کچھ الجھا ہوا ہم کیا کریں

کس کو سمجھیں اپنا محرم کیا کریں
راز دل اپنا بیاں ہم کیا کریں

چھیڑ کر اُن کو تماشہ دیکھئے
پر کسی محفل کو برہم کیا کریں

اُن کی خلوت میں نہیں ہیں باریاب
بیٹھکر محفل میں باہم کیا کریں

بو کسی گل میں نہ پائی یار کی
ہے چمن سے ناک میں دم کیا کریں

فصلِ گل میں چھوڑ بیٹھے ہیں شراب
ناموافق ہے یہ موسم کیا کریں

زندگی پانی کا ہے اک بلبلا
اس پہ ہم کیا روئیں ماتم کیا کریں

ہے کڑی منزل فراقِ یار کی
چلتے چلتے رک گیا دم کیا کریں

چشمِ گریاں کا دکھاتے ان کو جوش
نام کو باقی نہیں نم کیا کریں

کچھ نہیں اپنے عمل پر اعتماد
ہے سخن تکیہ یہ ہر دم کیا کریں

وہ کسی کے دم میں آنے کے نہیں
پڑھ کے افسوں یار پر دم کیا کریں

خلق ہم بیٹھے رہے تنہا یہاں
اُٹھ گئے دنیا سے ہمدم کیا کریں

وا نہیں ہے چشم برہم کیا کریں
ہوتی یہ غفلت نہیں کم کیا کریں

ہیں وہی ساتر وہی مستور خود
چھپ گئے وہ آپ ہیں ہم کیا کریں

دو قدم پر منزل مقصود ہے
پاؤں ہی اٹھتے نہیں ہم کیا کریں

طاق میں رکھ دو کتاب زندگی
دل کا شیرازہ ہے برہم کیا کریں

کچھ عناصر کا ہے جوڑا عجیب
ہے بھٹکتا پھر رہا دم کیا کریں

کوئی بھی دیکھا نہیں غم سا رفیق
دل سے دور اب اسکو ہمدم کیا کریں

دم قدم کی خیر کچھ دلوائیے
آگیا آنکھوں میں ہے دم کیا کریں

کیوں اچھلتا ہے یہ دو دو ہاتھ دل
وہ سنبھلتے ہی نہیں ہم کیا کریں

آپ جو چاہیں کریں مختار ہیں
بندگی بیچارگی ہم کیا کریں

دیکھئے [illegible] زلف یار کے
سلسلہ [illegible] ہم کیا کریں

ذوق ابرو خلق ان کا بس ہمیں
[illegible] کے سامنے خم کیا کریں

اُنکی اُلفت میں ہم اپنے سے جُدا رہتے ہیں
کہیں رہتے ہیں مگر بے سر و پا رہتے ہیں
منتظر ہیں ترے جینے سے خفا رہتے ہیں
ہم ترے آنے تلک جاتے ہیں یا رہتے ہیں
ہم تو ہر طرح سے اُس گل پہ فدا رہتے ہیں
نہیں معلوم وہ کیوں ہم سے خفا رہتے ہیں
تیغ ابرو نے ترے صاف کیا سب میداں
سر جھکائے ہوئے سب اہلِ صفا رہتے ہیں
جسکو دیکھو نظر آتا ہے وہ اپنا ہم شکل
یہ وہ مجلس ہے جہاں اہلِ صفا رہتے ہیں
کیا کریں بیٹھے ہیں اُس کنج قفس میں خاموش
گلشنِ قدس میں ہم نغمہ سرا رہتے ہیں
چھوڑ گھر بار فقیرانہ ترے کوچہ میں
بے وفا رہتے ہیں یا اہلِ وفا رہتے ہیں
تیس دِن لطف شب چار دہم ہے اُن کو
جو گلی میں تری اے ماہ لقا رہتے ہیں
کیوں نہ اے وحشتِ دل ہو مجھے سرگردانی
عاشقِ زُلف گرفتارِ بلا رہتے ہیں
ہو الٰہی نہ کہیں اُن سے جُدائی دم بھر
وصل میں مانگتے یہ خلق دُعا رہتے ہیں

بیادِ مصحفِ رخسار ہم پڑھتے ہیں قرآں کو / قمر کو والضحیٰ کو نور کو والشمس تاباں کو

ہمیں کافی ہے خاکِ آستانِ شافعِ محشر / جلائے چشم کو تعویذ جاں کو ہولِ ہجراں کو

شفیع المذنبیں کے ہمسری کا کس کو رتبہ ہے / نہ موسیٰ کو نہ عیسیٰ کو نہ داؤد و سلیماں کو

تمنائے قدم بوسی ہے اُن اقدامِ اطہر کی / جبیں کو سر کو ابرو کو دہن کو چشمِ گریاں کو

نبی کا تشنۂ چاہِ ذقن ہوں کیا کروں لیکر / چہ کوثر کو آبِ خضر کو تسنیم رضواں کو

کہاں تشبیہ ہے محرابِ ابروئے پیمبر سے / مہِ نو کو ہلالِ عید کو شمشیرِ براں کو

ہماری چشمِ گریاں گوہر بار سے نسبت نہیں جن سے / گلِ رنگیں کو لختِ جگر کو شاخِ مرجاں کو

دلیلِ الفتِ خیر البشر رکھتا ہوں عالم میں / دلِ سوزاں کو اس چاکِ جگر کو داغِ پنہاں کو

رسول اللہ کے دستِ کرم سے ہے یقیں خجلت / درِ غلطاں کو بحرِ جوش زن کو ابرِ نیساں کو

کیا ہے سوزِ عشقِ احمدی نے منفعل بیشک / ضیائے طور کو برقِ جہاں کو شمعِ سوزاں کو

کیا ہے مونسِ جاں رات دن تنہائی میں اپنے / خیالِ گیسوئے پیچاں کو یادِ روئے رخشاں کو

مرے اشعار لاتے وجد میں ہے خلق گلشن میں
عنادل کو بھی قمری کو ہر اک مرغِ خوش الحاں کو

مار کر تیرِ نظر جاتے ہو — نیم بسمل مجھے کر جاتے ہو

گر کہوں حالِ پریشاں اپنا — زلف کی طرح بکھر جاتے ہو

اِک ذرا بیٹھو تو بالینِ مریض — نزع میں چھوڑ کدھر جاتے ہو

قتل کرتا ہے تغافل یہ میاں — اجنبی سے جو گذر جاتے ہو

کرکے برباد مجھے فرقت میں — تم ہوا خواہوں کے گھر جاتے ہو

ہے ہمارا بھی خداوندِ کریم — جاؤ سرکار اگر جاتے ہو

کون اُمیدِ وفا تم سے رکھا — بات کرتے ہو مکر جاتے ہو

نہ ابھی صبح کا تارہ نکلا — جلد کیا رشکِ قمر جاتے ہو

یہ شگوں خوب نہیں ہے اے خلق
چشمِ تر خاک بسر جاتے ہو

●

دلہا شدند خستۂ تیغِ نگاہِ تو
جانہا اسیرِ حلقۂ زلفِ سیاہ تو

آں کیست در جہاں کہ نہ خواہد پناہ تو
اے قبلہ گاہ عالمیاں بارگاہِ تو

بشکست پشت و گردنم ایں بارِ معصیت
اے مومیائے خستہ دِلاں بارگاہِ تو

گر بادِ لطفِ تو وزد اے غیرتِ بہار
باشد چرا نہ اوج گرا برگِ کاہ تو

اے دِل چو دور گشتی ازاں آستاں منال
باشد کہ باز یاد کند بادشاہِ تو

سرسبز گشت امیدم کہ در جہاں
دارد بہار غنچہ و گل ہا گیاہِ تو

از ذرہ گرچہ کمترم اے بادشاہ حُسن
خورشید می شوم چو فتد یک نگاہِ تو

غافل ز کار و بارِ جہان و جہانیاں
خوش خفتہ ایم در شبِ زلفِ سیاہ تو

از شوخیٔ کہ داشت درآں دشتِ پُر بہار
دامن نمی گذاشت مرا خارِ راہِ تو

بے دستگیرئ تو بمنزل کجا رسد
ایں خلقِ پا شکستہ فتادہ براہِ تو

ہے دل میں ہوائے چمنستانِ مدینہ — واللہ میں ہوں بلبلِ نالانِ مدینہ

سینہ مرا روشن ہے تجلّی خدا سے — جب سے ہے خیالِ رُخِ تابانِ مدینہ

زنہار نہیں کحلِ جواہر کی تمنّا — بس ہے مجھے خاکِ درِ سلطانِ مدینہ

ہے گلشنِ عالم میں فراقِ نبوی سے — ہر داغِ دلِ اپنا گلِ خندانِ مدینہ

فرمائیں کبھی یاد ہمیں اے شہِ کونین — بھولا نہیں جاتا غمِ ہجرانِ مدینہ

سرسبز ہے گلزارِ جناں یادِ نبیؐ سے — جنت میں بھی ہے چشمۂ فیضانِ مدینہ

اے جذبۂ شوق اب مجھے پہنچا دے وہاں تک — ہے شاق بہت فرقتِ یارانِ مدینہ

ممدوحِ ملائک ہے جہاں میں وہ ہر اک آن — جو عاشقِ مضطر ہے ثنا خوانِ مدینہ

محفوظ ہے آفاتِ دو عالم سے ہمیشہ — ہے امن کا میدان بیابانِ مدینہ

ہے مردمِ دیدہ وہ ہر اک حور و ملک کا — اللہ نے کیا ہے جسے انسانِ مدینہ

میں عاشقِ مژگانِ رسولِ عربی ہوں — مرقد پہ رکھو خارِ مغیلانِ مدینہ

پہنچا ہے وہی کعبۂ تحقیق کو بیشک — حاصل ہے جہاں میں جسے عرفانِ مدینہ

عشقِ شہِ لولاک میں ہوں قتل میں اے خلق
ہو حشر بھی ہمراہِ شہیدانِ مدینہ

●

جو اُگتا ہے مدینہ کی زمینِ پاک پر سبزہ
تو رکھ لیتا ہوں لے کر دیدۂ نمناک پر سبزہ

مگر نکلا ہے اِس کے رُوئے آتش ناک پر سبزہ
کہ جل جاتا ہے اُگتا ہے جو اپنی خاک پہ سبزہ

خجالت سے ہوا ہے رنگ پھیکا چرخِ اخضر کا
مگر دیکھا ہے اس نے اس زمینِ پاک پہ سبزہ

کبھی تو بام پر آ جا خطِ نوخیز کو دکھلا
جسے باور نہ ہو وہ دیکھ لے افلاک پہ سبزہ

تمہارے دل جلوں کی سبز بختی کی علامت ہے
نکلتا ورنہ کب رخسارِ آتشناک پہ سبزہ

اُبل کر بہہ چلے گر چشمۂ خورشید سے پانی
تو کیسا لہلہائے ہر طرف افلاک پر سبزہ

رہا زیرِ زمیں بھی فیض جاری چشمِ گریاں کا
ہرا رہتا ہے ہر موسم میں اپنی خاک پہ سبزہ

ترے آبِ دہن میں تازگی ہے فیض بخشی ہے
عجب کیا نکلے گر سوکھی ہوئی مسواک پہ سبزہ

رہا کرتی ہے یاں نظارہ بازی سبز رنگوں سے
نہیں مژگاں اُگا ہے دیدۂ نمناک پہ سبزہ

عروسانِ چمن پر ہے گماں حورانِ جنت کا
بچھا ہے فرشِ سندس یا اُگا ہے خاک پر سبزہ

کھڑے ہیں سبز پوشانِ بہشتی حوضِ کوثر پہ
کہاں نکلا ہے لب ہائے بتِ سفاک پر سبزہ

مضامینِ بلند اس سبز خط کے ہاتھ آتے ہیں
ہوا ہے گرمِ جولاں عرصۂ افلاک پہ سبزہ

یہ اُس سلطانِ دیں کی گنبدِ اخضر کا سایہ ہے
مسلمانو نہیں ہے یہ ہماری خاک پہ سبزہ

لگایا بارشِ مضموں کا تار اس فکرِ موزوں نے
اُگایا خاک پر سبزہ کبھی افلاک پہ سبزہ

غزل اتمام کیجے خلق بس اب فاتحہ پڑھیے
چڑھا دیجے رشیدوں کے مزارِ پاک پر سبزہ

ہردم وہ رہتے ہیں کسی نا آشنا کے ساتھ
لایا تو شوق نے مگر آئے حیا کے ساتھ

گلشن کی سیر دیکھنے آیا صبا کے ساتھ
پہنچا ہوں کوئے یار میں آہِ رسا کے ساتھ

ہردم وہ رہتے ہیں مجھے ناداں بنا کے ساتھ
تنہائی سے ڈراتے ہیں خلوت میں لا کے ساتھ

رہتے ہیں جب نہ تب وہ نئے آشنا کے ساتھ
دل نے تو میری عمر گذاری وفا کے ساتھ

جز آرزوئے وصل نہیں کوئی آرزو
دونوں جہاں سے ہاتھ اٹھایا دعا کے ساتھ

مجھکو طلب ہے اُن کی تو اِن کو مری طلب
گھر بار کے چلا ہوں میں اپنی دعا کے ساتھ

منظور ہے جو شاہد مقصود کی طلب
لازم ہے خلق اشک رواں ہو دعا کے ساتھ

●

اُلفت ساقی کوثر کا رہے جوش مجھے
ہو وہ بیہوشی کہ آئے نہ کبھی ہوش مجھے
نام ہے یاد مجھے رحمتِ عالم تیرا
سارا دفتر ہے گناہوں کا فراموش مجھے
چشم پُرنم کی تمنا ہے یہ اے رحمتِ حق
آپ کے عشق و محبت کا رہے جوش مجھے
دست و بازو شفاعت کی دکھا کر قوت
کیجئے بارِ معاصی سے سُبکدوش مجھے
اُلفت شافع محشر سے ہے دِل مالا مال
حوض کوثر ہے مرا دیدۂ پُرجوش مجھے
یونہی اے وحشت دِل بے سر و پا رہنے دے
سر کی پگڑی مجھے درکار نہ پاپوش مجھے
اس کے احسان کے قربان دے جس خالق نے
دست و پا و دہن اور چشم و لب و گوش مجھے
وحشتِ دل نے کیا چاک گریباں اے خلق
نہیں ملتا ہے جو وہ یارِ قبا پوش مجھے

●

تیرا مداح جو سرگرم ثنا رہتا ہے
عرش پر غلغلۂ صلِّ علیٰ رہتا ہے

وہ بلندی ہے تیری بارگہِ اقدس کی
پست یاں حوصلۂ فکرِ رسا رہتا ہے

بند کرلیں جو حسیں شہر کے دروازے تو کیا
بابِ رحمت تو مرے واسطے وا رہتا ہے

مدد اے ساقئ کوثر مدد اے شاہِ رُسل
در پہ اک تشنۂ دیدار پڑا رہتا ہے

شق ہوا جسکی جلالت سے قمر کا سینہ
لوحِ دِل پر مرے وہ نام کھُدا رہتا ہے

نیستی مجھکو دکھاتی ہے ظہورِ ہستی
دِل میں عشقِ شہ لولاک لما رہتا ہے

یاں اُترتی ہے ہمیشہ ہی خدا کی رحمت
یہ وہ دریا ہے جو ہر وقت چڑھا رہتا ہے

مسکنِ نور و تجلّی ہے مرا خانۂ دِل
شوقِ نظارۂ محبوبِ خدا رہتا ہے

اپنا کا نظر آئے نہ مجھے کیوں جلوہ
آگے آئینۂ لولاک لما رہتا ہے

کس کو اے خلق نہیں چشمِ شفاعت اُن سے
ساری آنکھوں کا دہا فرش بچھا رہتا ہے

محوِ بہارِ دیدار کیجیے — اُلفت سے اپنی سرشار کیجیے

ہمراہ اپنے زادِ قیامت — حُبِ رسُول مختار کیجیے

دعویٰ اگر ہے عشقِ نبیؐ کا — دُنیا سے دِل کو بیکار کیجیے

رکھتا ہوں بختِ خوابیدہ حضرت — ٹھوکر سے اپنی بیدار کیجیے

ہو دفع ساری حیرانیِ دل — مرآتِ عکسِ رخسار کیجیے

تختِ سلیماں کی کب ہے پروا — ملکِ بقا کا سالار کیجیے

ہم عاصیوں کے حق میں جو چاہیں — اے جزو و کُل کے مختار کیجیے

ہوتی ہے حاصل صحت جہاں کی — نرگس کا اپنی بیمار کیجیے

اُمیدِ واثق رکھتا ہوں شاہا — مجھ کو نہ مثلِ اغیار کیجیے

جب وقت آخر پہنچے ہمارا — چشمِ عنایت سرکار کیجیے

ہے دھیان اے خلقؔ اس لعل و لب کا
کیونکر نہ رنگیں اشعار کیجیے

●

کون ہے وہ روشنی جس کی یہ ساری ہو گئی
ہے تجلی کس کی جو عالم پہ طاری ہو گئی

روتے ہیں اس روئے رنگیں کے تصور میں جو ہم
چشم گریاں صورتِ ابرِ بہاری ہو گئی

تھے جلوداری میں جبریل اور میکائیل بھی
جلوہ فرما عرش پر جس دم سواری ہو گئی

ان کے دندانِ مبارک کی جو لکھی ہے صفت
اپنے ہر شعر و سخن میں آبداری ہو گئی

واجب و ممکن میں برزخ ہے جو انکی ذاتِ پاک
پردۂ وحدت میں سب کی پردہ داری ہو گئی

خیر اُمت کے مخاطب ہو گئے اللہ سے
آپ کے صدقے میں یہ صورت ہماری ہو گئی

ہے وہی آزاد دوزخ سے جو ہے تیرا غلام
بندگی حق کی تری خدمت گزاری ہو گئی

گرمیٔ عرصات میں پھر تشنگی کا خوف کیا
نہر کوثر نام پر جب اُن کے جاری ہو گئی

واہ رے لطف و عنایت آپکی روحی فداک
عاشقوں کا ذکر آیا بیقراری ہو گئی

حلقۂ احسان پیغمبر سے جو باہر ہوئے
گردنوں میں منکروں کے طوق بھاری ہو گئی

ہو گیا آئینۂ دل زنگِ غفلت سے سیاہ
یا رسول اللہ یہ صورت ہماری ہو گئی

کیوں نہ ہر ایک فعل سے ہو خلق مجھ کو انفعال
صرف لہو معصیت میں عمر ساری ہو گئی

نبی کے روئے اطہر کا تصور دل میں ہر آں ہے
فراقِ چشمِ انور میں ہماری چشم گریاں ہے

رُخِ پُرنور اس شمسِ نبوت کا جو تاباں ہے
مقابل جس کے اک ذرہ صفت مہرِ درخشاں ہے

بہ شکلِ عندلیبِ زار رہتے ہیں سدا نالاں
ہمیں جب یاد آتا وہ مدینہ کا بیاباں ہے

تجلی دیکھ کر آئینۂ رخسارِ حضرت کی
سحر سے شام تک خورشید بھی ششدر ہے حیراں ہے

ذرا چشمِ بصیرت سے تو دیکھو اے عزیزو تم
رسول اللہ کا جلوہ ہر اک شئی سے نمایاں ہے

جبینِ پاک رخ کے پرتو سے ہو جاتے ہیں دل روشن
تمہاری ذاتِ عالی یا محمد شمعِ عرفاں ہے

نہیں ہے ہم سے ممکن وصف میں سلطانِ خوباں کا
کہ بالا عرشِ اعظم سے بھی جس کا قصر و ایواں ہے

بیاں کیا ہم سے ہو نعتِ مبارک آپکی شاہا
نہ یارا ہے قلم کو نے زباں میں اپنی امکاں ہے

نگاہِ لطف سے دیکھو ذرا اے سرورِ عالم
گنہگارانِ امت کا بہت حالِ پریشاں ہے

وسیلہ ہے ہمیں اس گوہرِ کانِ شفاعت کا
قیامت کی نہ دہشت ہے نہ ہرگز خوفِ عصیاں ہے

نہ کیوں محفوظ ہوں اے خلق ہم آفت سے عصیاں کی
حبیبِ کبریا شاہِ رُسل اپنا نگہباں ہے

جو نبیؐ کا خادمِ درگاہ ہے — وہ ہر اک اہلِ ہدا کا شاہ ہے

طالبِ حُبِ رسول اللہؐ ہوں — چاہِ دُنیا کی نہ مجھ کو چاہ ہے

اُس لبِ کوثر نشاں کی یاد میں — حال ابتر ہے خدا آگاہ ہے

مقصدِ دارین ہے ذاتِ نبیؐ — دین و دنیا کی کسے پرواہ ہے

ہے طلائے مغفرت واہ خاکِ پاک — جلوہ فرما جس جگہ وہ ماہ ہے

زُلف کو تشبیہ سنبل سے نہیں — یہ رگِ جاں ہے وہ ادنیٰ کاہ ہے

مرحبا اے دِل طریقِ مصطفیٰؐ — وہ کیا جنت کی سیدھی راہ ہے

انکی ہو نعلین برداری جسے — دونوں عالم میں وہی ذی جاہ ہے

ہجر میں اُسے زینتِ عرشِ بریں — چرخ زن گردوں پہ میری آہ ہے

ہے وسیلہ ہم کو اُن کی ذات — کوہِ عصیاں جس کے آگے کاہ ہے

خوف کیا ہے تیرگی قبر کا — عشقِ رخسارِ نبی ہمراہ ہے

حشر میں نقد شفاعت ہو نصیب

خلیق بھی بندہ ہے دولت خواہ ہے

رتبہ کسی کا کیا مرے مولا کے سامنے
قطروں کا کیا وجود ہے دریا کے سامنے

یوسف ہے منفعل رخِ زیبا کے سامنے
میں بھی کھٹک رہا ہوں زلیخا کے سامنے

پیشِ نظر ہے قامتِ رعنائے مصطفیٰ
ہے بسترہ فقیر کا طوبیٰ کے سامنے

موقوف طور پر نہیں اے حضرتِ کلیم
ہر جا وہی ہے محوِ تجلیٰ کے سامنے

کرو جو کچھ سوال ہو اے منکر و نکیر
تصویر آپ کی مجھے دکھلا کے سامنے

دیدارِ مصطفیٰ ہے یہاں عینِ دیدِ حق
ہیں دونوں ایک چشمِ تمنا کے سامنے

خالی نہیں ہے پرتو اقدس سے کوئی چیز
جلوے نئے ہیں عاشقِ شیدا کے سامنے

جائینگے بھول معجزے روح الٰہی تمام
ٹھوکر لگائیں آپ مسیحا کے سامنے

ہر عضو میں جو صنعتِ صانع ہے آشکار
عالم ہے دنگ حسنِ سراپا کے سامنے

گردوں کو مرتبہ نہیں اس فرشِ راہ کا
نقشِ قدم ہے مہر کفِ پا کے سامنے

جائینگے ہم نہ بہرِ شفاعت کسی کے پاس
ادنیٰ یہ بات ہے مرے مولا کے سامنے

ہو جاؤں سرخرو میں شہیدانِ عشق میں
گر جان نکلے گنبدِ خضرا کے سامنے

اتنی ہے آرزو مری اے خلقِ روزِ حشر
دوڑوں جلو میں ناقۂ قصویٰ کے سامنے

ہے عشقِ مصحفِ رُخِ خیرالوریٰ مجھے
صد شکرِ حق نے حافظِ قرآں کیا مجھے

رہتی ہے دل میں گلشنِ طیبہ کی آرزو
خوش آئیگی نہ خلدِ بریں کی فضا مجھے

اِتنا ہی فخر بس ہے جو وہ شاہِ دوسرا
سمجھیں درِ شریف کا اپنے گدا مجھے

رہتی ہے یاد کعبۂ روئے رسول کی
ہوگا نصیب کیوں نہ مقامِ صفا مجھے

ذاتِ حضور مقصدِ دنیا و دیں ہے بس
دیکھوں نہ آنکھ اُٹھا جو ملے دوسرا مجھے

ہے وردِ لب پہ خضر و مسیحا کے بس یہی
آبِ دہن ہے آپکا آبِ بقا مجھے

ہو خاتمہ مرا بحضورِ رسولؐ پاک
ہے ابتدا سے وردِ یہی اے خُدا مجھے

ابرو مہِ صیام ہے اور زلف لیلِ قدر
ہے صبحِ عید روئے شہِ انبیاء مجھے

ہوں گرچہ غرقِ معصیت اے خلق غم نہیں
اُس ذاتِ پاک کا ہے یقیں آسرا مجھے

خاص اولادِ نبی یا مُرشدی
آپ بے شک ہو ولی یا مُرشدی

حافظ و سید محمد بادشاہ
ہو حسینی قادری یا مُرشدی

عمر بھر معروفِ طاعت ہی رہی
واہ لطفِ زندگی یا مُرشدی

فہمِ کامل حق نے بخشی آپ کو
صاحبِ علم و فن یا مُرشدی

دولتِ عرفاں لٹائے کس قدر
ہو سخی ابنِ سخی یا مُرشدی

راستہ والے بھی قائل ہو گئے
حق نے دی وہ راستی یا مُرشدی

جیتے جی تھے اور مرے پر بھی ہے سب
خلق تم سے ملتجی یا مُرشدی

شک نہیں ہے شک نہیں ہے شک نہیں
جنتی ہو جنتی یا مُرشدی

دستگیرِ بیکساں فریاد ہے
ہے ستاتی بے کسی یا مُرشدی

دوستوں کی دشمنِ جاں ہو گئی
یہ جدائی آپ کی یا مُرشدی

بحرِ حق تسکیں ہماری کیجیے
تنگ ہے دنیا سے جی یا مُرشدی

آ گیا پیغامِ وصلِ یار جب
چل دیئے با صد خوشی یا مُرشدی

خلق چلاتا ہے ہر دم ہجر میں
سیدی یا والدی یا مُرشدی

فدا ہم اُس لبِ معجز نما کے
مسیحا محو ہیں جس کی صدا کے

وہ ہوں گلزارِ طیبہ کا ہوا خواہ
نہ دیکھوں خلد کو بھی آنکھ اُٹھا کے

اگرچہ مو بمو ہم ہیں گنہ گار
مگر ہیں مانگتے زلفِ رسا کے

جدائی میں ہوا ہوں نقشِ تصویر
عجب نقشے ہیں جانِ مبتلا کے

جلیں نارِ محبت میں ہمیشہ
ہمیں پروانہ سمجھے رخ دکھا کے

قلم بنجائے اپنا شاخِ مرجاں
لکھیں گر وصف دستِ باصفا کے

ہمیں کیا کام شاہانِ جہاں سے
گدا ہیں اُس درِ دولت سرا کے

الٰہی دور رہو یہ شامِ فرقت
تصدق صبحِ روئے مصطفیٰ کے

یہی ہاتھ آئے نعمت روزِ محشر
رہوں سایے میں اُنکے نقشِ پا کے

گنہگاروں پہ ہو جب چشمِ ترحم
طفیلِ صحاب و آلِ مجتبیٰ کے

تجلی دیکھ لیں روئے نبی کی
جو ہوں مشتاق دیدارِ خدا کے

بعشقِ سرورِ کونین اے خلق
چھٹے جھگڑے سے ہم خوف و رجا کے

●

عشق کے نیرنگ دکھلانے لگے　　نام کے سنتے ہی مرجانے لگے
ہم شہیدِ عشق کہلانے لگے

ہاتھ خالی ہو کے شرمانے لگے　　جب تہی دستی سے گھبرانے لگے
اشک ہم آنکھوں میں بھر لانے لگے

یارسول اللہ خبر اب لیجیے　　وصل سے تسکین ہماری کیجیے
بے طرح فرقت میں گھبرانے لگے

اس رُخِ روشن کی سنکر آب و تاب　　عاشقوں کو ہو گیا اک اضطراب
اشک سے بجلی کو تڑپانے لگے

اُس طریقِ پاک سے منہ موڑ کر　　جو چلے راہِ شریعت چھوڑ کر
ہر قدم پر ٹھوکریں کھانے لگے

دستِ روشن کا ہے روشن معجزہ　　ہے جو ثابت چاند دو ٹکڑے ہوا
انگلیوں سے لوگ بتلانے لگے

دل فدا ہے آپ پر قربان جاں　　چھوڑ کر ہم آپکو جائیں کہاں
شمع کو رہتے ہیں پروانے لگے

اللہ اللہ وہ تمہاری ہے جناب　　تھا ہر اک دم اُدنُ منی کا خطاب
جب حضورِ پاک میں جانے لگے

ہو مقرر حق کے منظور نظر   آپ کو آتے جو دیکھا عرش پر
عرشیاں آنکھوں پہ بٹھلانے لگے

گو کہ عاصی ہوں بہت میں یا رسولؐ   یہ دعا ہے جلد فرما تو قبول
دیر داں مجھ کو نہ بخشانے لگے

بندگی میں خلق سر کو کرکے خم   آستان پاک پر پہنچے جو ہم
بندۂ درگاہ کہلانے لگے

رونقِ باغِ امامت یا علیؑ — گلشنِ فیضِ هدایت یا علیؑ

گوهرِ کانِ شرافت یا علیؑ — معدنِ جود و سخاوت یا علیؑ

چون نباشد محوِ دیدارت جهان — شد تماشایت عبادت یا علیؑ

روزِ هجرت بر فراشِ مصطفیٰ — کرده ای خوش استراحت یا علیؑ

خوش خطابی یافتی تو بوتراب — جانِ پاکان خاکِ پایت یا علیؑ

خاتمِ پیغمبران شد مصطفیٰ — شد بتو ختمِ خلافت یا علیؑ

روزِ خیبر حاملِ رایت شدی — شد بنامت فتح و نصرت یا علیؑ

عاشقم مهجور دور افتاده ام — ق — می طپم بهرِ زیارت یا علیؑ

سوی خود یادم کن ای شاهِ نجف — چشم دارم از عنایت یا علیؑ

عاشقم ای خلق میگویم سخن

این دل و جانم فدایت یا علیؑ

●

آرزو ملنے کی پوری وقتِ رخصت ہو گئی
وہ نہ آئے موت سے صاحب سلامت ہو گئی

خفتگانِ خواب کیا بے فکر ہیں ہر کام سے
چھٹ گئے جھگڑے سبھی دنیا کی راحت ہو گئی

خشک دریا ہو گیا گرمی سے پیاسوں کی کیطرح
ہجر میں چشم و زبان کی ایک صورت ہو گئی

زخم اچھے ہو گئے افتادگانِ عشق کے
خاک کو بخشی کہ تری سنگ جراحت ہو گئی

بار سے شانہ کے برہم ہو گئی زلفِ سیاہ
سر سے اونچی آپ کے جاناں نزاکت ہو گئی

کر دیا پابندئ اسباب نے محتاج تر
مجھ کو استغنا سے حاصل بادشاہت ہو گئی

سرخ ہیں چہرے خوشی سے بادہ رنگیں کیطرح
حال پر رندوں کے ساقی کی عنایت ہو گئی

تشنگی سے حلق پر مر جو رک رک کر چلا
خنجرِ قاتل سے بھی مجھکو خجالت ہو گئی

چشمِ گریاں سے ہماری قبر گِل در گِل بنی
روتے روتے آخرش رونے کی عادت ہو گئی

کیا غرورِ حسن نے مدہوش انکو کر دیا
آئینہ میں دیکھتے ہی اور صورت ہو گئی

کیوں جگایا خواب راحت سے مجھے تقدیر نے
وصل کی شب کیا گئی جیسے قیامت ہو گئی

ہر دہانِ زخم پر عالم نمکداں کا ہوا
چاشنی عالم کو قاتل کی حلاوت ہو گئی

کر دیا یاں تک خیالِ یار نے تنہا ئے دوست
اپنے سایہ سے بھی مجھکو خلق نفرت ہو گئی

●

اشتیاقِ دید میں آخر یہ نوبت ہو گئی

چھت کو آنکھیں لگ گئیں سکتے کی صورت ہو گئی

عشقِ خالِ رُخ میں کرخن اپنی قسمت ہو گئی

اے فلک مجھکو زحل سے بھی سعادت ہو گئی

باولی الفت میں تیری ایک خلقت ہو گئی

گر گیا اندھے کوئیں میں جسکو چاہت ہو گئی

حسرت و اندوہ و اُمید اور تمنائے وصال

دل لگی کے واسطے اچھی رفاقت ہو گئی

حسرتِ خلوت میں تکتا ہوں جو میں سوئے فلک

آسماں گویا مکانِ یار کی چھت ہو گئی

چار آنکھیں ہوتے ہی تاثیرِ حسن و عشق سے

مجھ کو سکتا ہو گیا اور ان کو حیرت ہو گئی

ہجر میں بھی وصل کی لذت لگی ملنے مجھے

سہل ہو جاتی ہے وہ جس شے کی عادت ہو گئی

ابتدائے عمر ہی تک انتہائے عاشقی

خلق ہم کہتے نہ تھے آخر مصیبت ہو گئی

●

روانہ سوئے صحرا قافلہ ہے — ترقی پر جنوں کا سلسلہ ہے
سراپا جل گیا پر اُف نہ نکلا — یہ میرا دل یہ میرا حوصلہ ہے
نظر آتے نہیں خالوں کے نقطے — کتابِ رُخ کی صنعت مہملہ ہے
چھٹے ہیں تارِ گیسو رُخ پہ اُن کے — قمر جلوہ فزائے سنبلہ ہے
جنوں اب جا چکی ہاتوں سے ہمت — گریباں تک بھی جاناں فاصلہ ہے
گدا ہیں تیرے اے صحرائے وحشت — ہر اک کشکول اپنا آبلہ ہے
بچھایا در بہ درِ عشقِ صنم نے — یہ گھر بیٹھے ہی اُٹھا ولولہ ہے
صدائے صور ہے یہ کس کا نالہ — قیامت کا زمیں پر زلزلہ ہے
شکایت دوست دشمن سے نہیں کچھ — مری تقدیر سے مجھ کو گلا ہے
رہے یارب غمِ اُلفت سلامت — یہی اک دل لگی کا شغلہ ہے
کرو عزمِ سفر اب تم بھی اے خلق
عدم کو روز جاتا قافلہ ہے

●

دِلبر کے ساتھ ہے نہ ستمگر کے ساتھ ہے
جو نیک و بد ہے اپنے مقدر کے ساتھ ہے

بِنتُ العنب سے رہتے ہیں ہم لب بہ لب مدام
عقدِ موافقت اِسی دلبر کے ساتھ ہے

جب تک ہے جان الفتِ جاناں نہ جائیگی
سودائے زُلفِ یار مرے سَر کے ساتھ ہے

ہے ذنگ انقلاب جہاں سے ہر آئینہ
حیرت پسِ فنا بھی سِکندر کے ساتھ ہے

ساتھی نہیں ہے کوئی پسِ مرگ ہاں مگر
حسرت ہر اِک فقیر و تونگر کے ساتھ ہے

بے حد گناہگار ہوں پر آس ہے بڑی
اے خلق اپنا حشر پیمبرؐ کے ساتھ ہے

دستِ وحشت اِس قدر چالاک ہے — دامنِ افلاک تک بھی چاک ہے

یوں جو پر گشتہ دل افلاک ہے — ایک دن محنت ہماری خاک ہے

آسمانی تن پہ واں پوشاک ہے — میرے حق میں گردشِ افلاک ہے

کیا تری قدرت ہے اے ربِّ کریم — عقل گم ہے دنگ یاں ادراک ہے

اڑتی چڑیا کے بھی گن لیتے ہیں پر — تیرے محرم کی نظر چالاک ہے

دور اور نزدیک سے واقف ہے دل — اِس نگر میں ہر طرف کی ڈاک ہے

میلِ دل رکھتے ہیں اربابِ صفا — زیبِ تن کیا ملگجی پوشاک ہے

واں کہانی ہی سنا کیجے حضور — یاں کوئی دم [illegible] پاک ہے

صید ہے ہر ایک تیری زلف کا — حلقہ حلقہ فتراک ہے

ہے نظر مشتاقِ دیدارِ نکو — دل مرا شیدائے حسنِ پاک ہے

کس بھروسے دل دیا ہے تم نے خلق

بے وفا بے رخ ہے وہ بیباک ہے

●

اک ادا سے مجھے ادا کر کے
چل دیئے قصۂ فیصلہ کر کے
زُلف کو دی جو مشک سے تشبیہ
ہوں مسلسل میں اک خطا کر کے
کانپ جائے دہل کے اس رُخ سے
دیکھئے خورشید سامنا کر کے
گر اشارہ ہو تیغ ابرو کا
اپنا رکھ دوں گا سر جُدا کر کے
خاک فرقت میں چھانتے ہی رہے
کیا ہوا اُن سے راستہ کر کے
رکھتے ہیں پیشِ چشم اہلِ نظر
تیری تصویر آئینہ کر کے
دیکھ دُنیا میں نیک و بد کا حال
چشمِ عبرت کو خلق وا کر کے

●

●

کیا ہی بے پایہ مُلک ہستی ہے
چار دن میں اُجاڑ بستی ہے

رُخِ رنگیں عرق فشاں دیکھو
روشِ گلزار پر برستی ہے

عشق ہے ان نشیلی آنکھوں سے
بے مئے و بادہ اپنی مستی ہے

بیچتا ہوں دلِ اک نگاہ پہ میں
آپ لے لیں تو چیز سستی ہے

جام میں عکس اپنا دیکھتے ہو
مے پرستی میں خود پرستی ہے

واپسیں دم ہے منہ دکھا دیجئے
جاں یہاں نزع میں ترستی ہے

ہے حقیقت بقا ہر اک شئے کو
نیستی میری عین ہستی ہے

باغ میں تو چلو تمہیں نرگس
دیکھنے کیلئے ترستی ہے

ہائے کس نے کیا تجھے ایسا
بیکسی منہ پہ کیا برستی ہے

میں جو روتا ہوں اپنا رونا خلق
ہر پری کھل کھلا کے ہنستی ہے

ہجر میں گور کا نظارا ہے — وصل میں زندگی دوبارا ہے

باز آؤں میں عشق سے کیونکر — کہیے کس کو قضا سے یارا ہے

ہے عدم ہر وجود کو درپیش — نہ سکندر رہا نہ دارا ہے

ساحلِ زیست سے گذر جانا — قلزمِ عشق کا کنارا ہے

آپ کے جلوۂ مقدس کا — قدسیوں میں بھی اک پکارا ہے

سخت جانی کو دیکھ کر میرے — سنگ خارا بھی پارا پارا ہے

جتنے چاہو لگاؤ وار جناب — جان و دل میں نے تم پہ وارا ہے

سیر کرلے کچھ اپنے باطن کی — زندگی کا یہ سب نظارا ہے

چار دن کی بہار ہے اے دل — پھر کہاں باغ میں گذارا ہے

اُس ستمگر کا عشق چھوڑ اے خلق
صبر کرنے کا کس کو یارا ہے

●

کوئی نظر میں بتِ خوش خصال رہتا ہے
یہی خیال بس اے ذوالجلال رہتا ہے

یہ صرفِ لہو و لعب عمر ہو گئی اپنی
ہر ایک فعل سے اب انفعال رہتا ہے

خبر کہاں ترے عاشق کو کھانے پینے کی
غمِ وصال میں صومِ وصال رہتا ہے

رواں ہیں صورتِ آبِ رواں ہمارے اشک
زمینِ دل میں کوئی نونہال رہتا ہے

کہاں ہیں پائے ثبات انکو جو ہیں جام بدست
وہ مست میں نہیں جنکو سنبھال رہتا ہے

غرورِ حسن دو روزہ پہ کرتے ہیں ناداں
ہر ایک شیئی کو کمال و زوال رہتا ہے

وہ چین کرتے ہیں واں یاں ترستے ہیں عاشق
کہاں کسی کو کسی کا خیال رہتا ہے

چمن کی سیر ہے اور دورِ ساغرِ عشرت
مزاج ان دنوں اپنا بحال رہتا ہے

مئے وصال سے بھر دے کہیں مرا پیالہ
فقیر کا یہی داتا سوال رہتا ہے

ہر ایک دم ہے دمِ واپسیں فراق میں خلق
فنا بقا کا مجھے احتمال رہتا ہے

آنکھیں ہیں ڈبڈبائیں ہوئیں زرد رنگ ہے — آغاز عشق میں ہی ارے یہ ترنگ ہے

جو مبتلائے حسن ہے جینے سے تنگ ہے — اے غنچہ لب بھلا یہ کوئی رنگ ڈھنگ ہے

ابرو کماں ہے آپکی مژگاں خدنگ ہے — ہم جان دینے لیں ہیں پھر کیا درنگ ہے

اے شمع رو لگائی یہ تونے چمن میں آگ — عارض یہ تیرے ہر ورق گل پتنگ ہے

فرقت میں جان دی ہے جو اک بحر حسن کے — مجھکو دہان گور دہان نہنگ ہے

اللہ رے صفائی رخ یار بے مثال — خلقت خدا کی صورت آئینہ دنگ ہے

سامان عیش قسمت ارباب غم نہیں — معدوم اس غلام کی باندی میں چنگ ہے

دشمن رہیں خوش آپکے اور دوست پائمال — نادر یہ چال ڈھال نیا رنگ ڈھنگ ہے

جلسے مزے ہیں چین ہے فصل بہار میں — ساقی ہے اور بادہ ہے مطرب ہے چنگ ہے

جیتے ہیں یاد ہم تری امید وصل پر — کب دیکھئے نکلتی یہ دل کی امنگ ہے

دنیا میں ہو جو ہاتھ سے کر لو جناب خلق
دیکھو قضا نماز نہ ہو وقت تنگ ہے

●

●

دیوانے ہیں اور خانۂ زنجیر مکاں ہے
یہ نام ہے اے خلق ہمارا یہ نشاں ہے

آمادہ ہے قتل پہ وہ آفت جاں ہے
تلوار ہے ابرو تو مژہ نوک سناں ہے

مردوں کو تہ خاک قیامت کا گماں ہے
برپا مرے نالوں سے عجب شور دفغاں ہے

سب مجھ میں ہیں ظاہر مرضِ عشق کے آثار
بے چینی ہے بیتابیِ دل ہے خفقاں ہے

اے ہم نفسو میں بھی ہوں وہ مرغ نوا سنج
آباد مرے دم سے گلستانِ جہاں ہے

سودائی ہے قسمت پہ جو راضی نہ ہوا انسان
میزانِ مقدر میں کم و بیش کہاں ہے

منزل کا پتہ خانہ بدوشوں سے نہ پوچھو
آزاد ہوں رہنے کی جگہ ہے نہ مکاں ہے

جاتے ہیں چلے سیر کو ہم ملکِ عدم کے
جو تختۂ تابوت ہے وہ تختِ رواں ہے

بھڑکائی ہے یہ آتشِ گل باد صبا نے
گلشن کو جو دیکھو تو دھواں دھار مکاں ہے

کیا کام جہاں سے ہمیں جب تو نہ ہوا جاں
مشہور ہے یہ بات کہ جی ہے تو جہاں ہے

کس آئینہ رخسار پہ غش ہے نہیں معلوم
حیرت سے جو یوں دیدۂ نرگس نگراں ہے

آواز جرس کی ہے نہ ہے پاؤں کی آہٹ
کیا سُوئے عدم قافلہ جب جاب رواں ہے

گل کان جو رکھے تو ابھی کہہ کے سُنا دے
بلبل کو گلہ خار کا سب نوکِ زباں ہے

اے خلق بھلا ناصح مشفق کی سنیں کیا
دیوانے ہوئے عقل کہاں ہوش کہاں ہے

لڑ گئی آنکھ جو مہ پاروں سے — رات چشمک ہے مجھے تاروں سے

منہ چھپا ہم سے نہ اے یوسفِ مصر — ہم بھی ہیں تیرے خریداروں سے

کر کے سر نذر کسی قاتل کو — حشر میں ہوں گا سبک باروں سے

چشمِ نرگس کا ہوں جب سے عاشق — حال بدتر ہوا بیماروں سے

جانِ شیریں نہیں ہو جائیگی تلخ — تم خفا ہو نہ نمک خواروں سے

عشقِ گیسو کا ہوا انجام بخیر — پھر محبت ہے سیہ کاروں سے

گھر جو بے یار [illegible] تا ہے — مل کے روتا ہوں میں دیواروں سے

عالم الغیب خدا ہے جاناں — کیوں مکر جاتے ہو اقراروں سے

چاندنی ہے مجھے تاریکیٔ گور — عشق ہے چاند سے رُخساروں سے

عشقِ رُخسار سے ٹلنے کا نہیں — گر جلاؤ مجھے انگاروں سے

زُلفِ جاناں سے ہے رشتہ اے خلق

سبحہ سے کام نہ زناروں سے

●

دل سے جناب زنگِ کدورت مٹائیے
آئینہ اپنی دید کا مجھکو بنائیے
ابرو دکھا کے آپ نہ مجھکو ڈرائیے
حاضر گلا ہے چاہیں تو خنجر چلائیے
پھر گرم اختلاط ہے اُس گلعذار سے
پھر ساقیا ہمیں مئے گل گوں پلائیے
باز آونگا نہ عشقِ قد زلف سے کبھی
سولی پہ دیجیے یا مجھے کوڑے لگائیے
سُن سُن کے آہ و نالۂ دلسوز عندلیب
جی چاہتا ہے آگ چمن کو لگائیے
کس طرح وصل ہو خطِ نوخیز یار سے
اے خضر مہرباں کوئی رستہ بنائیے
کب تک تڑپتے گوشۂ غم میں رہیں گے خلق
قسمت کو اپنے چلیے کہیں آزمائیے

●

●

سینہ رشکِ گلشن ہے مُرغِ دل غزل خواں ہے
آہ برقِ سوزاں ہے چشم ابرِ گریاں ہے
غمزہ و کرشمہ سے نیم جاں ہوے صدہا
تیغ ہے کہ ابرو ہے تیر ہے کہ مژگاں ہے
شکر یہ بھی دن آئے شکر یہ بھی دن آئے
ہم ہیں اور ساقی ہے یاد ہے گلستاں ہے
قبر میں بھی یہ صورت عاشقوں کی ہے تیرے
ہجر کی کہانی ہے شمع مونسِ جاں ہے
اے طبیب آنکھوں پر تیری پڑ گئے پردے
یہ مرض نہیں کوئی عشق چشم جاناں ہے
شور کرتی ہے بلبل ہے بہار موسم کا
پھر جنوں ہوا تازہ چاک پھر گریباں ہے
کس مزے سے کٹتی ہے عشق زلف و رخ میں زیست
رات قدر کی شب ہے روز عید قرباں ہے
کرکے گدگدائیں ابرو سے یوں کہے ہے وہ قاتل
خلق تو نہیں ہے یہ صاف مرغ بسمل ہے

●

ہمارا کام تیرے ہجر میں آنسو بہانا ہے
کسی کے شمع رُخ پر دل کو پروانہ بنانا ہے

درِ محبوب پر بیٹھے ہوئے ہیں ہم ڈ ہی دیکر
نہ آنا ہے نہ جانا ہے نہ جانا ہے نہ آنا ہے

کوئی وصلت سے خنداں ہے کوئی فرقت میں ہے گریاں
کہیں کچھ ہے کہیں کچھ ہے عجب حال زمانہ ہے

جلاتا ہے کہاں تک آتشِ فرقت سے ہی دل کو
مریضِ عشق کو لازم ہے تجھے شربت پلانا ہے

ارادہ ہے کسی رشکِ چمن کا سیرِ گلشن کا
صبا کہدے گلوں سے آج تم کو منہ چھپانا ہے

نظر آئیں جو تجھکو طاقِ ابرو اسکے اے زاہد
یہ جائے سجدہ ہے لازم یہاں پر سر کو جھکانا ہے

میں ایسا عندلیب زار ہوں اے نکہتِ خاطر
فضائے گلشنِ فردوس میرا آشیانا ہے

طفیلِ استاذ کے کیونکر نہ میرے شعر ہوں بہتر
غزل جس نے سُنی بولا کلامِ عاشقانا ہے

حقیقت اپنے باطن کی کہوں اے خلق میں کس سے
نہیں لائق یہ اپنا حال ہر اک کو جتانا ہے

کونسا مرغِ خوش الحان یہ بکا کرتا ہے
چمن دہر میں جو شور مچا کرتا ہے

عاشقِ زار پہ کیوں جور و جفا کرتا ہے
صبر بیکس کے مکافات خدا کرتا ہے

دستِ گلگوں پہ وہ جب رنگ حنا کرتا ہے
رشک کے بدلے یہاں خون بہا کرتا ہے

نالۂ درد کی میرے تو رسائی دیکھو
حشر سا عالمِ بالا میں بپا کرتا ہے

مرضِ غم نے یہ گھیرا ہے ترے عاشق کو
کوئی دم عالمِ فانی سے فنا کرتا ہے

قبر میں بھی مرے ہمراہ ہے داغِ حسرت
لالہ تربت سے مرے نشو و نما کرتا ہے

زاہدِ خشک مراقب ہے جھکا کر گردن
اب ترے نام کی تسبیح چھپا کرتا ہے

خوف ہے خوبیِ قسمت مجھے کیا دکھلائے
بیوفاؤں سے جو پھر ربط رہا کرتا ہے

خوف تھا فصلِ بہاری کا بہت جی میں مگر
کب قفس سے ہمیں صیاد رہا کرتا ہے

جمع اس جا پہ بھی میکش و زاہد ہو گئے
ظلم ایجاد وہ میخوار نہ بنا کرتا ہے

سیر کر جائے تو اے مردمکِ چشمِ امید
خلق آنکھوں میں ترے واسطے جا کرتا ہے

ہوش و حواس عشق میں اپنے بگڑ گئے
آنکھیں لڑی ہیں جب سے دل و جان لڑ گئے

اس باغِ دہر میں ہیں بہار و خزاں بہم
جو برگ و گُل نمود ہوئے آج جھڑ گئے

اسباب سلطنت سے رہا کچھ نہ ان کے پاس
شاہانِ وقت جو تھے تہ خاک گڑ گئے

محفل میں کل نقاب جو اس نے الٹ دیا
غیرت کے مارے شمع سے پروانے لڑ گئے

ہم راستہ میں آڑے ہوئے گر تو کیا ہوا
اتنی ذری سی بات پہ سرکار اڑ گئے

ثابت قدم طریق محبت میں رہے خلق
اس راہ خوفناک میں صدہا اکھڑ گئے

غم تنہائی میں گر جان نکل جاتی ہے
رونے بالینِ غریباں پہ اچھل جاتی ہے

حسرتِ دید عجب رنگ بدل جاتی ہے
جان بھی آنکھوں سے اے جان نکل جاتی ہے

زیرِ خنجر نہ تڑپنا کبھی اے طائرِ دل
پھر طبیعت مرے قاتل کی مچل جاتی ہے

یوں نہ بے باک رکھو وادیٔ الفت میں قدم
یہ وہ ہے راہ کہ ٹھوکر بھی سنبھل جاتی ہے

واجب الرحم اسیر ایسا ہوں اس زنداں میں
پاؤں تک آتی ہیں زنجیر پگھل جاتی ہے

رونے دھونے میں گذرتی ہے جوانی اپنی
اشکِ غلطاں کی طرح عمر بھی ٹل جاتی ہے

گرمیٔ عشق سے ہم بھرنے لگے ٹھنڈی سانس
یہ وہ موسم ہے کہ تاثیر بدل جاتی ہے

سر نہ اٹھے گا کبھی خاکِ درِ جاناں سے
کہیں پیشانی سے تقدیرِ ازل جاتی ہے

کچھ نہیں خوف اگر لاکھ زمانہ بدلے
تم نہ بدلو تو میری تقدیر بدل جاتی ہے

ہاتھ آئی ہے عجب دولتِ جاوید اے خلق
جان گر پاؤں پہ قاتل کے نکل جاتی ہے

اُس بُت کا نہیں حسن و تجلا مرے آگے
ہے قدرتِ خالق کا تماشہ مرے آگے

باقی نہیں اب تو کوئی پردا مرے آگے
آئینہ ہے وہ صورتِ زیبا مرے آگے

پر طائرِ ہمت کو دیئے ہیں خدا نے
ہیں پست کہیں طوبیٰ و سدرہ مرے آگے

اندھیر ہے کس سوچ میں پھرتا ہوں جب رات
مشعل ہے مرے ہاتھ میں رستا مرے آگے

بے نور ہے جو آنکھ نہیں قابلِ دیدار
جو تجھکو نہ دیکھے وہ ہے اندھا مرے آگے

کچھ دل میں نہیں وادیٔ وحشت سے غبار اب
چھڑکاو کریں آبلۂ پا مرے آگے

آزاد ہوں میں راہ روِ منزلِ مقصود
ہے جذبۂ دل ہادی و مولا مرے آگے

ہر پل وہ کیا کرتے ہیں آنکھوں سے اشارے
ہے پتلیوں کا روز تماشا مرے آگے

سرکش بھی ہیں کرتے ترے دیوانے کی تعظیم
ہر خار نے سر پاؤں پہ رکھا مرے آگے

ہو سامنے اُس قامتِ بالا کا تصور
موکب میں رہے عشق کا جھنڈا مرے آگے

ہم چشموں سے ہے صورتِ آئینہ صفائی
کہہ دیتے ہیں جو عیب ہے میرا مرے آگے

آندھی سے بھی ہوں چار قدم آگے میں وحشی
کیا بھاگ سکیں آہوئے صحرا مرے آگے

عاشق ہوں میں اے خلق کسی جانِ جہاں کا
کیا ذکر ہے اب حور و پری کا مرے آگے

ساتھی کوئی سفر میں نہ توشہ کمر میں ہے
سو طرح کا خطر مجھے اس رہ گذر میں ہے

زلفوں میں دل پھنسائے سودا جو سر میں ہے
زندوں میں رہنے جی نہیں لگتا جو گھر میں ہے

بگڑا ہوا چلن ہے زمانہ کا آج کل
ہر ایک در بدر طلبِ سیم و زر میں ہے

آئے ہیں مارنے کو بنتے ہی وہ مجھے
تلوار پر تلے ہیں نہ خنجر کمر میں ہے

ہے دل میں اپنے جلوہ فگن آپکا خیال
ہے عکس آئینہ میں کہ آئینہ گھر میں ہے

چلتا ہے اپنا کام تصور سے ان دنوں
ہر پل خرامِ ناز تمہارا نظر میں ہے

گرخلق کا لے کوسوں پہ ہے شام وصلِ یار
لائینگی کھینچ کر اثرِ آہِ سحر میں ہے

یار جب مجھ کو بھول جاتا ہے
ملک الموت یاد آتا ہے

میٹھی باتوں سے دِل لبھاتا ہے
تلخیاں پھر ہمیں سُناتا ہے

عاشق با وفا ہوں میں بخدا
آزمائے جو آزماتا ہے

میرا نالہ ہے نغمۂ داود
سنگ دِل بھی پگھل ہی جاتا ہے

کعبہ رویوں کے غم میں رہتا ہوں
مجھکو جامہ سیاہ بھاتا ہے

وصل میں، ہجر میں مہ بے مہر
گر ہنساتا ہے گر رُلاتا ہے

جو مسیحا سے اپنے ہے واصل
زندگی کے مزے اڑاتا ہے

خوف کیا رِند لا اُبالی کو
یار کِس سے مجھے ڈراتا ہے

جب نہ ہو تو ہی اے سحابِ کرم
کب چمن اپنا لہلہاتا ہے

چرخ ہلتا ہے میرے ماتم پر
لب مسیحا نہیں ہلاتا ہے

حالِ دِل صاف اِن سے کہدوں خلق
یہی وہ رہ کے جی میں آتا ہے

دم نکلتا ہے کسی گھر کیلئے — گھر بناؤں کیا میں دم بھر کیلئے

جان ہے خلاق اکبر کیلئے — دل مرا عشق پیمبر کیلئے

رات دن روتا ہوں اس گھر کیلئے — گھر بنایا دیدۂ تر کیلئے

یہ جگہ دی اس کے خنجر کیلئے — سر سے پا تک جسم پہ جھر کیلئے

ہمسری جائز ہے ہمسر کے لئے — عاجزی زیبا ہے ہر ہر کے لیے

ہے یہ بزم بے نیازی جا ہئے — سو خوشامد ایک ساغر کیلئے

خود نمائی دیکھئے اچھی نہیں — آئینہ رکھتا ہے پتھر کیلئے

خوب دو یوں سے جو الفت خوب ہے — دل کہاں سے لاؤں ہر ہر کیلئے

تابش محشر نہیں بے مصلحت — ہے یہ گرمی دامن تر کیلئے

قتل گر منظور ہے رکھ چھوڑئے — اک نہ اک حیلہ ستمگر کیلئے

جان فرشتے دوست لاشہ لے چلے — کیا اٹھا رکھوں ستمگر کیلئے

اس قطام زال دنیا سے خدا — مجھکو رکھ محفوظ حیدر کیلئے

جمع ہے خلق خدا سب زیر بام — جلوۂ خورشید محشر کیلئے

دل میں اپنے اپنی صورت دیکھ لو — آئینہ رکھو سکندر کیلئے

آج گلشن میں کریں آرام آپ — ہے مہیا سب کچھ اس گھر کیلئے

نالہ بلبل ہے افسانہ ترا — پھول ہیں سب تیرے بستر کیلئے

زندگی میں کیا دیا تھا چرخ نے — ہم نے یہ گور و کفن مر کے لئے

خط لب شیریں پہ یہ نکلا نہیں — چونٹیاں آئیں ہیں شکر کیلئے

ولولے زیبا ہیں عشق یار میں — چاہئے لہریں سمندر کیلئے

ہے یقیں کر دے جلا کر خاک خلق — ہو جو نالش اپنے اختر کے لئے

نہیں کچھ رنج و غم اس کا اگر جانِ حزیں نکلی
ہمارے دل سے کب نکلی ادائے دلنشیں نکلی

تری کب آرزو اس دل سے اے پردہ نشیں نکلی
یہ ہے وہ شمع جو فانوس سے باہر نہیں نکلی

بہت اچھا ہوا گر جسم سے جانِ حزیں نکلی
قفس سے آج اپنے بلبلِ اندوہ گیں نکلی

قیامت تک اسی صورت لگے رہنے دو قدموں سے
ابھی تک حسرتِ پابوس اس دل سے نہیں نکلی

سنا کرتے تھے پہلے تذکرے ملکِ سلیماں کے
حکومت دو جہاں کی آپ کے زیرِ نگیں نکلی

کیا بیہوش و بیخود اپنا اک جلوہ جو دکھلایا
قضا بھی یار کی صورت پری وش نازنیں نکلی

تری تلوار اب تو چومتی ہے عرشِ اعظم پر
فرشتوں کی زباں سے ہر ادا پر آفریں نکلی

تڑپ کر جان دیں مرغانِ خوش رفتارِ صحرا کے
یہ بندوق آپ کی چلنے میں ایسی نازنیں نکلی

تری پوشاک میں لطفِ بہارِ زندگانی ہے
قبائے گل میں کب یہ بیل بوٹے یہ زمیں نکلی

بھلا بے یار لطفِ میکشی کیا خاک حاصل ہو
جلانے کو مرے خم سے شرابِ آتشیں نکلی

خطر تھا جان کا بے آبرو ہونے کا اندیشہ
نہ اس دشتِ بلا میں آرزو اپنی کہیں نکلی

زمانہ قطع کرتا ہے ہماری زندگانی کو
مہِ نو کو اگر دیکھا تو سمجھا تیغِ کیں نکلی

یہ فرماتے ہیں جب کھدوا دیا گنجِ شہیداں کو
کوئی جنسِ گرامی اس معدن میں نہیں نکلی

ہمیشہ سیر کرتی ہے بہشتِ کوئے جاناں کی
ہماری آنکھ کی پتلی بھی رشکِ حورِ عیں نکلی

ابھی تک وصل کی مانع جو ہے شرم و حیا انکی
مگر بابِ اجابت سے دعا بھی شرمگیں نکلی

عجب کیا وہ سہی قامت مری تربت پہ آجائے
نہالِ زندگی میں شاخ تو کوئی نہیں نکلی

تمہارے حسن کے قرباں تمہاری عقل کے صدقے
نہ ایسا آئینہ دیکھا نہ ایسی دوربیں نکلی

یہ فرماتے ہیں وہ مجھ ناتواں کو دیکھ محفل میں
عجب کچھ رنگ ہے یہ کاہ بھی زیبِ زمیں نکلی

سوالِ وصل سنکر ہو گیا خاموش بت اپنا
صدا اس پھوٹی قسمت سے ہماری کچھ نہیں نکلی

ابھی تک تیرا اے فرہاد شورِ عشق باقی ہے
پکارا کوہ میں جس دم صدائے سنگ نگیں نکلی

اجل سے آگے ہی مجھکو قرہ ٹی ہوڑ رکھا ہے
دکھا نا یک نظر گر پیشِ قبض ایسی کہیں نکلی

کھلا باعث ترے آنسوؤں کے پونچھنے کا خلق
جو اس محبوب کی تصویر زیرِ آستیں نکلی

جہاں میں سب سے بڑھکر شانِ ختم المرسلین نکلی
یہ صورت پردہ وحدت سے کیسی نازنین نکلی

مرے دل کی زمیں جو غیرتِ خلدِ بریں نکلی
بھلا ارماں تو ارماں آہ بھی اُس سے نہیں نکلی

زمانہ قطع کرتا ہے ہماری زندگانی کو
مہ نو کو اگر دیکھا تو سمجھا تیغ کیں نکلی

یہ فرماتے ہیں جب کہہ دو دیا گنج شہیداں کو
کوئی جنسِ گرامی ایسی معدن میں نہیں نکلی

ہمیشہ سیر کرتی ہے بہشت کوئے جاناں کی!!
ہماری آنکھ کی پتلی بھی رشکِ حورِ عین نکلی

ابھی تک وصل کی مانع جو ہے شرم و حیا اُن کی
مگر بابِ اجابت سے دُعا بھی شرمگیں نکلی

مرے سر پر کبھی ہے اور کبھی ہے عرشِ اعظم پر
ترے پاپوش کے صدقے کہیں سے یہ کہیں نکلی

ابھی تک تیرا اب فرہاد شورِ عشق باقی ہے
پکارا کوہ سے جب دم صدائے سہمگیں نکلی

کون اُلفت کی اگر بات نکل آتی ہے

صاف وہ بن کے طلسمات نکل آتی ہے

جوشِ رقت اسے کہتے ہیں نہ رو دیتے ہیں

گر کسی کی بھی کوئی بات نکل آتی ہے

دو کسی کو نہ خدا کے لئے دل اور حواس

اس بخیلی میں بھی خیرات نکل آتی ہے

دیکھے جب لوٹتے دو چار کو میخانے میں

حسرتِ پیرِ خرابات نکل آتی ہے

دل میں دنیا کی محبت کو چھپائیں ہر چند

صاف پردہ ہے یہ بد ذات نکل آتی ہے

باغباں مجھکو جو گلشن سے نکالے ہے کہیں

بو ہر اک گل کی مرے ساتھ نکل آتی ہے

کھولکر دیکھ ذرا اُن کا خزانہ درویش

اِس میں ہر طرح کی سوغات نکل آتی ہے

میں وہ مجہول ہوں جب گبر و مسلماں جھگڑیں

بحث میں اُن کے مری ذات نکل آتی ہے

خلق جس دن سے ہوئے بانکے میاں کے نوکر

ہر اشارہ میں کرامات نکل آتی ہے

طالب دعا محمد عامر علی قادری (حاذق)